امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۲۳/ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/اگست ۲۰۱۸ء روز سوموار

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ مولانا وسیم احمد رحمانی
■ نئی نسل کو دینی ارتداد سے بچایئے
■ نظام تعلیم اور ہمارا معاشرہ
■ ایصال ثواب کی شرعی حیثیت
■ اخبار جہاں
■ ہفتہ رفتہ، طب وصحت، ملی سرگرمیاں

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اپنے ہوئے بیگانے

آسام میں بنگلہ دیشی دراندازی کے نام پر وہاں کے مسلمانوں کو مشکوک انداز میں دیکھا جاتا رہا ہے، ہائی کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک اس مسئلہ میں سنوائی ہوئی، عدالت عظمیٰ نے اس سلسلے میں کچھ ضابطے اصول اور ہدایت نامہ جاری کیا، اس کی روشنی میں رجسٹرار جنرل آف انڈیا کو شہریوں کی فہرست سازی کرنی تھی، چنانچہ اس نے گذشتہ ۳۰/جولائی ۲۰۱۸ء کو فہرست جاری کر دیا، کل ۳/کروڑ انتیس لاکھ لوگوں نے خود کو ہندوستانی شہری ثابت کرنے کے لیے درخواستیں دی تھیں، ان میں چالیس لاکھ فارم کو رد کر دیا گیا، اس چالیس لاکھ میں دو لاکھ اڑتالیس ہزار ایسے رائے دہندگان ہیں جن کو مشکوک ووٹر قرار دیا گیا ہے، لطیفہ یہ ہے کہ اس فہرست میں سابق صدر جمہوریہ فخر الدین علی احمد کے خاندان کے لوگوں کے بھی نام غائب ہیں اور وہ بھی غیر ملکی کے زمرے میں آگیے ہیں، ان کے علاوہ کئی ام، ال، اے اور اہم لوگوں کے نام اس فہرست میں نہیں ہیں، جن کے بارے میں غیر ملکی ہونے کا شبہہ بھی نہیں کیا جا سکتا، اس فہرست میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں کے نام اس لیے نہیں آسکے، کیوں کہ وہ پڑوسی ریاست مغربی بنگال سے یہاں آکر بسے تھے، ایسے تمام لوگوں کو ایک بار اور شہریت ثابت کرنے کا موقع دیا جائے گا، جو لوگ اس فہرست میں نہیں ہیں، انہیں ایک ہفتہ کے اندر سرکاری طور پر مطلع کیا جائے گا، ۸/اگست سے ۳۰ ستمبر تک انہیں ثبوت وشواہد کے ساتھ عرضیاں دینی ہوں گی، کہ وہ ہندوستانی شہری ہیں، انہیں ایسے دستاویزات جمع کرنے ہوں گے، جن سے ان کی شہریت ثابت ہو سکے، یہ کام سرکار ۳۰/دسمبر ۲۰۱۸ء تک ہر حال میں کر لینا چاہتی ہے؛ تاکہ ۳۱/دسمبر کو حتمی اور آخری فہرست کی اشاعت مرکزی حکومت کر سکے۔

اس فہرست پر تبصرہ کرتے ہوئے ممتا بنرجی وزیر اعلیٰ مغربی بنگال نے کہا کہ بنگالی ہی نہیں اقلیتوں، ہندوؤں اور بہاریوں کو بھی ان آرسی سے باہر رکھا گیا ہے، ان کا خیال ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ملک میں خون کی ندیاں بہیں گی، ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

ممتا بنرجی کے یہ خیالات مفروضے نہیں، حقیقت پر مبنی ہیں، آسام میں جن چالیس لاکھ لوگوں کو غیر ملکی سمجھا گیا ہے وہ اب تک خانہ جنگی پر اتر آتے، لیکن ہندوستانی علماء اور مقامی سیاسی پارٹیوں نے ان سے صبر وسکون، امن وچین برقرار رکھنے کی بار بار اپیل کی ہے، اور بڑے پیمانے پر کسی بھی صورت حال سے نمٹنے کے لیے حفاظتی دستے کو چوکنا رکھا گیا ہے، اس لیے ریاست میں خاموشی ہے، اور کیا بعید کہ یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہو۔

ملک میں اگر یہ روایت عام ہوئی تو پہلے مرحلہ میں بنگال اور بہار کے سرحدی اضلاع اس کی زد میں آئیں گے، پھر ہر صوبے والے شہریت کے لیے ثبوت مانگیں گے تو ایسے تمام لوگ جو مارگیٹ ہیں یعنی نقل مکانی کر کے ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ میں جا بسے ہیں، ان کی شہریت پر بھی سوالات کھڑے ہوں گے، حالاں کہ پورے ملک کے باشندوں کی شہریت ایک ہے اور اسے ریاستی باشندگی کے خانے میں نہیں ڈالا جا سکتا، سپریم کورٹ اس سے قبل اپنے فیصلہ میں یہ وضاحت کر چکی ہے۔

آسام میں فہرست سازی کا کام سپریم کورٹ کے حکم سے دسمبر ۲۰۱۳ء میں شروع کیا گیا تھا، اس کام میں چالیس ہزار سرکاری اور آٹھ ہزار دو سو غیر سرکاری عملے کو لگایا گیا تھا، اس فہرست سازی پر بارہ سو کروڑ روپے کا خرچ آیا اور فہرست ایسی ناقص کہ پچاس اور سو سال پرانے باشندے بھی فہرست سے غائب، شاید آنکھ بند کر کے کام کرنا اسی کو کہتے ہیں۔

اس فہرست پر جو سوالات اٹھ رہے ہیں، ان میں یہ سب سے اہم ہے کہ اصلاح کے بعد بھی فہرست میں جن لوگوں کے نام نہیں آسکیں گے، ان کا کیا ہوگا، اس کا عام جواب تو یہی ہے کہ انہیں واپس بھیج دیا جائے گا، لیکن عملی طور پر یہ اتنا آسان نہیں ہے، خصوصا جب کہ بنگلہ دیش کی وزیر اعظم نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہندوسان میں کوئی بنگلہ دیشی نہیں ہے، یہ ہندوستان کا اندرونی معاملہ ہے وہ خود اسے حل کرے، ایسے میں ان لوگوں کو بنگلہ دیش قبول نہیں کرے گا اور کیوں قبول کرے؟ جب ان کے پاس بنگلہ دیشی ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے، سارے دستاویز اور شواہد یہ کہتے ہیں کہ وہ ہندوستانی ہیں، نفرت کی سیاست کے نام پر انہیں ملک بدر کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے، بی جے پی حکومت اسے ۲۰۱۹ء کے انتخاب تک لے جائے گی تاکہ ہندو ووٹوں کو اپنی طرف کرنے کے لیے اسے استعمال کر سکے۔

سمتِ سفر

پوری دنیا میں ہندوستان کا امتیاز اس کی رنگارنگی، مختلف اقوام و مذاہب کی موجودگی اور مضبوط سیکولر جمہوری نظام ہے، اور ذوق کے لفظوں میں گلہائے رنگارنگ سے ہے زینت چمن، اس تنوع اور رنگارنگی کو بدلنے کی کوئی بھی کوشش اس ملک کے ان امتیازی خصوصیات کو ختم کرنے کے مترادف ہے، جس کے لیے یہ ملک جانا پہچانا جاتا ہے، یہاں جو لوگ بستے ہیں انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے اپنے رسم ورواج کے مطابق زندگی گذارنے اور اپنی تہذیب وثقافت کے ساتھ جینے کی آزادی دستور ہند میں دی گئی ہے، ہر مذہب والے اپنے معتقدات کے مطابق تعلیمی ادارے قائم کر سکتے ہیں، اسے چلانے، قائم کرنے کا پورا پورا حق یہاں کے شہریوں کو دیا گیا ہے، یہ حقوق دستور میں بنیادی حقوق کے ذیل میں درج ہیں، اس لیے اس کا احترام حکومتوں کی ذمہ داری رہی ہے، اور عدالتیں اس کے تحفظ کی پابند ہیں، آزادی سے قبل بھی ملک کے سیاسی قائدین نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ ملک کے دستور کے بنیادی ڈھانچوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔

لا کمیشن کے چیرمین جسٹس بی اس چوہان ایک طرف تو مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد کو یقین دلاتے ہیں کہ ملک میں یکساں سول کوڈ کی مطلق گنجائش نہیں ہے، اور موجودہ حالات میں تو کم از کم دس سال تک اس معاملہ میں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے، دوسری طرف ان کا رجحان یہ ہے کہ مختلف مذاہب وفرقوں کے عائلی قوانین میں ایک دوسرے سے نسبتا بہتر قانون کو لے کر ایک مسودہ تیار کیا جا سکتا ہے، ظاہر ہے ایسا کوئی مسودہ خاص طور پر مسلمانوں کے لیے اس لیے قابل قبول نہیں ہے کہ ہمارے یہاں عائلی قوانین شریعت اسلامی کا حصہ ہیں اور قانون الٰہی کے طور پر نافذ ہیں، بندے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اسلامی اور الٰہی قانون میں کسی قسم کی تبدیلی کریں۔

بالفرض اگر کوئی ایسا مسودہ تیار کیا گیا تو وہ چوں چوں کا مربہ ہوگا اور اس پر عمل درآمد کے امکانات معدوم ہوں گے۔ ایسی کوئی کوشش ملک کو انتشار میں مبتلا کرے گا، اور یہ ہندوستان کے دستوری تقاضوں اور آئین کے بنیادی دفعات کے بھی خلاف ہوگا، اس لیے مفکر اسلام حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ایک خط کے ذریعہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے موقف کو کھل کر لا کمیشن کے سامنے رکھ دیا ہے۔

دراصل موجودہ مرکزی حکومت اس قسم کے شوشے چھوڑ کر اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنا چاہتی ہے، اس کی پالیسی شروع سے یہی رہی ہے کہ ہر ناکامی کے بعد کوئی ایسا موضوع اٹھا دو کہ لوگوں کی توجہ اس طرف چلی جائے، اور حکومت کے انتخابی وعدوں، کام کی سست رفتاری، امن وامان، مہنگائی، بے روزگاری، سرحدوں کی حفاظت جیسے موضوعات کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹے اور یہ موضوعات ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں تقریر کا موضوع نہ بنیں۔

سب ملا کر ملک کا جو منظر نامہ بن رہا ہے وہ سیاسی سطح پر فاشسزم اور عوامی سطح پر خانہ جنگی کی طرف جا رہا ہے، اور یہ دونوں ملک کے لیے سخت مضر اور نقصان دہ ہے، گائے کے نام پر ہلاکت ہجومی تشدد، اذان پر اعتراضات، شہریوں کو غیر ملکی قرار دینے کی مہم، یہ وہ موضوعات ہیں جو سماجی طور پر مختلف مذاہب کے لوگوں کو آپس میں دست وگریباں کر سکتے ہیں، جس کا اظہار ملک کے سیاسی قائدین بہت پہلے سے کرتے آرہے ہیں، یہ سیاسی کھیل اور مفروضہ نہیں، حقیقت ہے اور اس حقیقت کو واقعہ بننے میں بہت دیر نہیں لگے گی۔

دوسری طرف ملک میں جمہوریت کا قتل ہو رہا ہے، جمہوری تقاضوں کی پامالی کی وجہ سے پوری دنیا میں ملک کی بدنامی ہو رہی ہے اور عزت خاک میں مل رہی ہے، وزیر اعظم کے آدھی دنیا کا سفر کرنے اور اربوں روپے سفر پر لگانے کے باوجود ہماری خارجہ پالیسی کو استحکام نہیں مل سکا ہے، اکثریت اور طاقت کے بل پر حق کی آواز کو دبایا جا رہا ہے اور اخلاقی اقدار کا سیاست میں کوئی وجود باقی نہیں رہا ہے۔ عدم اعتماد کی تحریک پر پارلیامنٹ میں راہل گاندھی نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ ہم جانتے تھے کہ عدم اعتماد کی تحریک لا کر ہم حکومت گرا نہیں سکتے لیکن ہم پارلیامنٹ میں اس موضوع پر بحث کر کے ہندوستانیوں کو بتانا چاہتے تھے کہ یہ حکومت کس قدر گر گئی ہے، حکومت کے اس گرنے کا عمل اب بھی جاری ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ گرنے اور زوال پذیری کے اس عمل کا اختتام کہاں پر ہوگا۔

فرقہ واریت

”جہاں تک فرقہ واریت اور فساد کا مسئلہ ہے، ہم نے اسے مقامی اور صرف مسلمانوں کا سوال مان کر حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی لیے یہ ابھی تک حل نہیں ہو سکا ہے، ہمیں اسے پورے ملک اور پوری قوم کا مسئلہ مان کر اس کا حل ڈھونڈھنا ہوگا اور اسی سطح پر لا کر اس مسئلہ کو سوچنا ہوگا، تبھی فرقہ واریت کی یہ آگ بجھائی جا سکتی ہے، جو سارے ملک میں تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے۔“

(امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ)

بلا تبصرہ

”کئی سروے رپورٹ ہے، جس میں دکھایا گیا ہے کہ کچھ ایسے پیشے ہیں، جنہیں ہم لگ بھگ پوری طرح ”بھرشٹ“ مانتے ہیں، سیاستداں اور پولس کے لوگ اس فہرست میں سب سے اوپر ہیں، سروے میں ننانوے فی صد لوگوں نے انہیں (اس معاملہ میں) چالاک مانا ہے، روز مرہ کی زندگی میں ہم جس بدعنوانی کے گواہ بنتے ہیں یہ ان کی غیر ضروری کوششوں کے نتیجے ہیں۔ قانون کے کام کرنے کے لیے واضح ہونا چاہیے کہ اگر پکڑے گیے تو تیز سنوائی ہوگی اور مجرم پائے جانے پر سزا ملے گی۔“ (پربھات خبر: موہن گرو سوامی ۳۱/جولائی ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ---- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

وعدہ پورا کرو:

﴿اور وعدہ پورا کیا کرو، بے شک وعدوں کے بارے میں پوچھ ہوگی﴾ (سورہ اسراء:۳۴)

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومن بندہ کی ایک صفت یہ بیان کی ہے کہ جب وہ کسی سے عہد و پیمان کرتے ہیں تو اس کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں؛ کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایفاء عہد سے معاشرتی زندگی میں خیر وبھلائی کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور عہد شکنی سے بے راہ رووی کے دروازے کھلتے ہیں؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو! جب تم آپس میں کسی کے ساتھ عہد و پیمان باندھ لو تو اس کو پورا کرو؛ تاکہ تعلقات استوار رہے۔ امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ معاہدات کی ابتدائی تین قسمیں ہیں، ایک وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہوا ہے، مثلاً ایمان، اطاعت کا عہد، یا حلال وحرام کی پابندی کا عہد، یعنی اللہ کے حدود کی پابندی کرنا، اس کے اوامر کو اختیار کرنا اور نواہی سے بچنا، دوسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے، جیسے کسی چیز کا نذر اپنے ذمہ مان لے، یا حلف کر کے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کرلے، تیسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے، اسی بنیاد پر فقہاء امت نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی جائز امور کے انجام دینے کا وعدہ کرے تو دیانتا اس کو پورا کرنا واجب ہے، بے وفائی اور عہد شکنی کرنا اسلامی اخلاق کے منافی ہے، اگر کسی شدید عذر کے بغیر پورا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، البتہ خلاف شریعت وعدے کا پورا کرنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ فریق ثانی کو اطلاع کر کے ختم کرنا ضروری ہے، مگر جو جائز ہیں اور اس کو پورا نہیں کرتے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں سوال کریں گے کہ تم نے فلاں وعدہ کیا تھا، اس کو کیوں نہیں پورا کیا، بہت سے لوگ بیوی بال بچوں سے بڑی آسانی سے وعدہ کر لیتے ہیں اور پھر وہ اس کو پورا نہیں کرتے؛ بلکہ اس کو مذاق ومزاح کے خانے میں ڈال دیتے ہیں، یہ بھی خلاف شریعت ہے، اس سے دو نقصان ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوتا ہے کہ کئے گئے وعدہ کو پورا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ بچوں کا ذہن بگڑتا ہے، ایک طرف ہم نے بچوں کو معیاری تعلیم کے لیے اچھے اسکولوں میں داخل کردیا، مگر گھر کے ماحول سے اس کے اخلاق وکردار بگڑ رہے ہیں، گویا ہم انہیں جھوٹ اور دروغ گوئی اور دھوکہ دھری کا مزاج بنا رہے ہیں، جو کلیتا درست نہیں ہے، اسی طرح بہت سے تاجر وکاروباری گاہک سے سامانوں کے لین دین کے وقت وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں، جو کہ مزاج نبوت کے خلاف ہے؛ اس لیے ایفا عہد کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے اسوہ کو نمونہ عمل بنانے کی ضرورت ہے؛ تاکہ ہماری دنیا وآخرت سنور سکے۔

خیر وبھلائی کی دعوت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو سنا دیں جو موجود نہیں ہیں۔ (مسلم شریف)

وضاحت: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۹ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک طویل اور رقت انگیز خطبہ دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان وعقیدہ کی اصلاح ودرستگی، انسانی مساوات کا احترام، معاشرتی وعائلی زندگی کو کتاب وسنت کے مطابق گذارنے کی تلقین کی اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تاکید کرنے کے بعد آخر میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اس وقت یہاں موجود ہیں، وہ ان لوگوں کو سنا دیں جو موجود نہیں ہیں، اس ارشاد گرامی کے ذریعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد انسانیت کی قیادت ورہنمائی کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ڈالی کہ وہ لوگوں کو خیر وبھلائی کی دعوت دے اور برائی سے روکے؛ یعنی میرے بعد تم کو دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دینا ہے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے سامنے دعوت حق اور پیغام خداوندی کو پیش کرنا ہے، قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ''اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں''۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امت کی یہ تاریخ رہی ہے کہ جب بھی انسانی معاشرہ میں کوئی اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا تو اللہ نے اس امت میں سے کسی قد آور شخصیت کو پیدا کردیا، جس نے صبر وعزیمت کے ساتھ انسانی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں قائدانہ رول ادا کیا اور اسی خصوصیت کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا گیا، لیکن جب اس امت نے داعیانہ کردار ادا کرنے سے پہلوتہی اختیار کی تو دنیا کی دوسری قوموں نے اس کو مدعو بنانے کی کوشش شروع کردی اور یہیں سے وہ ادبار وپستی کے دلدل میں پھستی چلی گئی، اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں، خدا ناشناس قوم کی دست گیری کریں، پہلے خود اپنے نفس کو نیکی کے لیے آمادہ کریں اور پھر دوسروں کو نیکی کی طرف بلائیں اور یہ سمجھ کر اس کام کو انجام دیں کہ اس راہ میں نت نئے مسائل اور رکاوٹیں حائل ہوں گی، ناموافق حالات کا سامنا ہوگا، آپ پر طعنے اور پھٹکار کسی جائیں گی، ان تمام آزمائشوں کو صبر وتحمل اور قوت برداشت سے جھیل جائیے، اگر ہم نے اخلاص وللٰہیت کے جذبے کے ساتھ دعوت کے فریضہ کو انجام دیا تو یقین مانئے کہ اللہ کی طرف سے غیبی نصرت حاصل ہوگی اور ہم کامیاب ہوں گے۔

﴿وذکر فان الذکری تنفع المومنین﴾
(لوگوں کو سمجھاتے رہئے؛ کیوں کہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔)

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

مائیں اپنے بچے کو دودھ پلائیں:

کیا بچہ کو دودھ پلانا ماں کے ذمہ ضروری نہیں ہے، آج کے اس ماڈرن دور میں عام طور پر مائیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلانے سے گریز کرتی ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

بچہ کے لئے ماں کا دودھ سب سے زیادہ مفید اور صحت بخش غذا ہے، اللہ تعالیٰ نے نومولود کی خوراک ماں کے سینہ میں پیدا فرمایا ہے، اور اسکو اس بات کا پابند بنایا ہے کہ اپنے بچہ کو دودھ پلائیں، یہ دودھ پلانا ماں کی شرعی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، جس سے گریز شرعا صحیح نہیں ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ **والوالدات یرضعن اولادھن.** (سورۃ البقرہ ۲۳۳) مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔

لہذا صورت مسئولہ میں ماؤں کو چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے سینہ میں دودھ کی عظیم نعمت دی ہے تو اس کی قدر کریں اور اپنے بچوں کو اپنا دودھ پلا کر انہیں صحت مند بنائیں، اور بغیر کسی عذر کے خواہ مخواہ دودھ پلانے سے گریز نہ کریں۔ البتہ اگر واقعی کسی کے ساتھ کوئی میڈیکل دشواری ہو تو وہ معذور ہے، ایسی صورت میں اسے دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ **لا تضار والدۃ بولدھا** (سورۃ البقرۃ ۲۳۳)

رضاعت کی مدت:

دودھ پلانے کی مدت کیا ہے؟ مدت سے کم یا زیادہ دودھ پلایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بعض عورتیں تین سال تک بچہ کو دودھ پلاتی رہ جاتی ہیں شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

رضاعت کی مدت دوسال ہے، لہذا دوسال تک دودھ پلا سکتے ہیں۔ **والوالدات یُرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد أن یتم الرضاعۃ.** (سورۃ البقرۃ: ۲۳۳)

اگر ماں باپ مصلحت سمجھیں تو دوسال سے پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں کیونکہ دوسال کی مدت پوری کرنا شرعا واجب نہیں ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ **فان أرادا فصالا عن تراض منھما وتشاور فلا جناح علیھما** (سورۃ البقرۃ: ۲۳۳) اگر وہ دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی اور مشورہ سے (دوسال سے قبل) دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن دوسال پورا ہونے پر دودھ چھڑا دینا چاہئے۔ البتہ اگر بچہ کی صحت کمزور ہو اور دوسال پر دودھ چھڑا دینے سے اس کی صحت متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مزید چھ ماہ تک دودھ پلایا جاسکتا ہے اور ڈھائی سال تک کی مدت پوری کی جاسکتی ہے؛ لیکن ڈھائی سال کے بعد دودھ پلانا بالکل ناجائز وحرام ہے، جو مائیں ڈھائی سال کے بعد بھی دودھ پلاتی ہیں وہ ناجائز وحرام کا ارتکاب کرتی ہیں، ان پر اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔ **لو استغنی فی حولین حل الارضاع بعدھا الی نصف ولا تاثم ... ومستحب الی حولین وجائز الی حولین ونصف** (شامی ۴/ ۳۹۷) **ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء اٰدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح** (در مختار علی رد المحتار ۴/ ۳۹۷) فقط.

دودھ پلانے پر معاوضہ:

کیا ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے پر شوہر (بچہ کے باپ) سے معاوضہ کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

بچہ کی ماں اگر اس کے والد کے نکاح میں ہے یا والد نے طلاق دے دی ہے اور وہ عدت میں ہے تو ایسی صورت میں ماں معاوضہ کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے کیونکہ مذکورہ حالت میں بچہ کو دودھ پلانا شرعا اس کے ذمہ واجب ہے، رہا نفقہ (کھانا کپڑا) تو یہ یوں بھی بچہ کے والد کے ذمہ نکاح قائم ہونے یا معتدہ ہونے کی وجہ سے لازم ہے۔ البتہ طلاق کی عدت گذر جانے کے بعد اگر وہ مطلقہ ماں اپنے بچہ کو دودھ پلائے گی تو معاوضہ کی حقدار ہوگی، جس کا مطالبہ وہ بچہ کے باپ سے کرسکتی ہے، لیکن اس معاوضہ کا پہلے طے ہوجانا ضروری ہے، تاکہ بعد میں کسی طرح کا کوئی نزاع اور جھگڑا نہ ہو۔

''ان الام اذا بذلت أن ترضعہ باجرۃ المثل کان لھا ذلک ، لان الام ارفق واحن علیہ ولبنھا خیر لہ من لبن الاجنبیۃ'' (الجامع لاحکام القرآن ۳/ ۱۷۰)

یتیم بچہ کا نفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت:

اگر کسی نومولود کے باپ کا انتقال ہوگیا ہو تو اس کا نفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت کس کے ذمہ ہے۔

الجواب ———— وباللّٰہ التوفیق

باپ کے انتقال کے بعد نومولود کے پاس اگر جائداد ہو تو اس جائداد سے اس کے تمام اخراجات پورے کئے جائیں گے اور اگر اس کے پاس کوئی مال وجائداد نہ ہو تو نومولود کے جو محرم رشتہ دار اس سے میراث کے حق دار ہوں ان پر بچہ کا نفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت واجب ہوگی اگر وارث ایک سے زیادہ ہو تو ان سب کو اپنے حصہ میراث کے تناسب سے نفقہ اور دودھ پلانے کی اجرت ادا کرنی ہوگی۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۲۳/ ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۶/ اگست ۲۰۱۸ء روز سوموار

اسلام دشمنی

اس وقت پوری دنیا میں اسلام مخالف طاقتوں نے مضبوطی سے اپنے پنجے گاڑ دیے ہیں اور اس کے اثرات سعودی عرب جیسے ملکوں پر بھی پڑ رہے ہیں، عیسائیت، صہیونیت اور یہودیت میں بنیادی اختلافات کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مہم میں سب یک جٹ ہو گیے ہیں، ان کی کوشش ہے کہ سارے اسلامی ممالک ان کے دباؤ اور زیر اثر ایسے فیصلے کریں جس سے مغرب کو فائدہ پہونچے اور یورپ کی پالیسیوں کو روبہ عمل لایا جا سکے، مسلمان اس وقت ہر ملک میں ''جرم ضعیفی'' کی سزا کاٹ رہے ہیں اور وہ تمام ممالک جو ان کو آنکھیں دکھا سکتے تھے، ان کو مختلف عنوانات سے ایسی پابندیوں کا سامنا ہے جو ذلت وخواری کے مترادف ہے، اقوام متحدہ کے فیصلے نافذ ہو پا رہے ہیں نہ عرب لیگ کے، مغرب اور یورپ سے باہر نکلیں تو ماضی میں ایک بڑا مضبوط بلاک کمیونسٹوں کا رہا ہے، روس اور چین کی سربراہی میں یہ بلاک کبھی بہت مضبوط تھا، لیکن اب کمزور ہو گیا ہے، سقوط روس کے بعد امریکہ تنہا دادا بن گیا، چین اپنی ساری قوت وطاقت اور افرادی کثرت کے باوجود دنیا کی قیادت کے منچ پر کچھ زیادہ نہیں کر سکا، جواہر لال نہرو نے چین کو قریب کرنے کے لیے پنچ شیل جیسے منصوبوں کو وجود بخشا تھا، اور ہند، چین بھائی بھائی کے نعرے لگائے اور لگوائے تھے، لیکن چین نے ہمیشہ ہندوستان کے سینے میں خنجر بھونکنے کا کام کیا اور آج بھی وہ ہندوستان کو آنکھیں دکھا رہا ہے اور ہم سفارتی طور پر اس کے حل کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

دراصل روس ہو یا چین یا اس کے زیر اثر دوسرے ممالک، یہ دہریے ہیں ملحد ہیں، مذہب پر یقین نہیں رکھتے، اس لیے وہ شتر بے مہار کی طرح جو سمجھ میں آتا ہے کرتے ہیں اور اپنی طاقت کے بل پر کچھ بھی کر گذرنے کے زعم میں مبتلا ہیں، ظاہر ہے جب کسی کو خالق کائنات کا خوف نہ ہو تو دوسرا کون اس کو ڈرا سکتا ہے۔ مذہب ہماری زندگی اور ہمارے اعمال کو اعتدال وتوازن بخشتا ہے خوف خدا اور فکر آخرت ظلم وجور سے ہمیں باز رکھتا ہے، لیکن ان ملحدوں اور دہریوں کی زندگی میں ایسا کوئی خیال اور ایسا کوئی تصور نہیں پایا جاتا، اس لیے ظلم وستم اور جور وجفا ان کے نزدیک جائز ہوتا ہے اور کوئی ان کے دست وباز و پکڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

اس وقت جن ممالک میں اسلام دشمنی نے طوفانی شکل اختیار کر لی ہے، اس میں ایک چین بھی ہے، اسلام کی مخالفت کا آغاز چین نے پہلے سرحدی صوبہ سنکیانگ سے کیا، یہاں ترکی نسل یغور مسلمانوں کی اکثریت ہے، چین نے پہلے اس صوبہ میں اسلامی عبادات، نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن پر پابندی عائد کی، کہا یہ گیا کہ اس سے علاحدگی پسندی کا مزاج بنتا ہے، ظاہر ہے اس دلیل میں کوئی جان نہیں ہے، مسلمان جہاں کہیں بھی رہتا ہے وہ وطن کی محبت اور اس کی سالمیت کو حرز جان بنا کر رکھتا ہے، اس کے لیے قربانیاں دیتا ہے اور تاریخ میں وطن عزیز کے لیے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے اور سردار چڑھ جانے کی مثالیں نایاب وکمیاب نہیں، کثرت سے مذکور ہیں۔

سنکیانگ مسلمانوں پر اس فرمان کے نفاذ کے بعد چینی حکومت کے حوصلے بڑھے اور اس نے لنگیشیا میں خالص چینی نسل کے مسلمانوں پر جنہیں ''ہوئی مسلمان'' کہا جاتا ہے کہ سولہ سال کی عمر تک کے بچوں پر نماز روزے اور اسلامی کتابوں کے مطالعہ پر پورے طور پر پابندی لگا دی ہے، اس پابندی کے نتیجے میں نئی نسل دین سے پورے طور پر بیگانہ ہوتی جا رہی ہے، نئے امام کو سرٹیفکیٹ اور منظوری بھی نہیں مل رہی ہے، انہیں قومی پرچم لگانے کی بھی اجازت نہیں، تین سو پچپن مسجدوں سے لاؤڈ اسپیکر اتار لیے گیے ہیں، پوری کوشش اس بات پر صرف کی جا رہی ہے کہ کسی بھی طرح نئی نسل کے دلوں میں الحاد اور دین بیزاری کے بیج بو دیے جائیں، چین کے اشتراکی نظام کے ذریعہ اس کی ایسی آبیاری کی جائے کہ وہ آئندہ مذہب بیزار زندگی گذار سکیں۔

اسلام دشمنی میں اس قسم کے احکام نئے نہیں ہیں، روس، ترکی وغیرہ میں بھی ایک زمانہ میں اس سے زیادہ سخت پابندیاں اسلامی شعائر پر لگا دی گئی تھیں، لیکن یہ الٰہی دین ہے، اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے اور وہ اچھا محافظ ہے، اس لیے عورتوں نے ان ممالک میں اسلامی تعلیمات اور شعائر کو بند کمروں میں اپنی نئی نسلوں کے لیے محفوظ کیا، وہ لوگ چلے گیے جو اسلام کو اپنے ملک سے ختم کرنے کا حوصلہ لے کر اٹھے تھے، اسلام باقی ہے، مسلمان زندہ ہے اور قیامت تک روئے زمین پر اس کا وجود باقی رہے گا اور جس دن روئے زمین پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہیں رہے گا، قیامت آ جائے گی، اسلام مخالف طاقتوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ اس روئے زمین پر اگر آبادی اور شادابی ہے تو اللہ کے نام سے ہے، جس دن یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی، ان کا رویہ بدلے گا اور دنیا ایک نئے انقلاب سے دوچار ہوگی، اور یہ صرف مفروضہ اور خوش خیالی نہیں ہے، اقبال نے اس تاریخی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

نئی قیادت

پڑوسی ملک پاکستان میں فوج کی نگرانی، سنگیوں کے سائے اور انتخاب میں دھاندلی کی بلند وبانگ آوازیں، احتجاج، مظاہرے اور دھرنوں کے درمیان پاکستان تحریک انصاف پارٹی (PTI) بڑی پارٹی بن کر ابھری ہے، نواز شریف کی مسلم لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی علی الترتیب دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہی، نواز شریف کی پارٹی کو جیل جانے اور ہراساں کیے جانے کی وجہ سے جو ہمدردی کے ووٹ ملنے تھے وہ نہیں مل سکے، کیوں کہ فوج ایسا نہیں چاہ رہی تھی، جس حافظ سعید کا خوف ہندوستان میں بی جے پی دکھا کر اقتدار میں آ جاتی، پاکستان کی عوام نے اسے صفر پر آؤٹ کر دیا ہے، مذہبی سیاسی رہنماؤں کو بھی بری طرح ہار کا سامنا کرنا پڑا ہے، پاکستانی عوام کو شکایت ہے کہ انتخابات صاف ستھرے نہیں ہوئے اور قصدا دھاندلی کر کے بڑے بڑے سیاستداں اور مذہبی قائدین کو ہرانے کا کام کیا گیا۔

پاکستان تحریک انصاف پارٹی کے سربراہ عمران خان ہیں، انہیں پارلیامنٹ میں واضح اکثریت نہیں ملی ہے، اس لیے چھوٹی پارٹیوں سے توڑ جوڑ کے بغیر قیادت کا تاج عمران خان کے سر ڈالنا فوج کے لیے بھی آسان نہیں ہوگا۔

عمران خان پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان رہے ہیں، ان کی قیادت میں پاکستان نے عالمی کپ حاصل کیا تھا، انہوں نے پاکستانی میں اپنی ماں کے نام سے کینسر ہوسپیٹل قائم کیا، کیوں کہ ان کی ماں اسی مرض میں دنیا چھوڑ گئی تھیں، حال کے دنوں میں بدعنوانی کے خلاف انہوں نے پاکستان میں تیز مہم چلائی تھی، جس کی وجہ سے بھی ان کی مقبولیت کا گراف بڑھا تھا۔

عمران خان ایک خوبرو جوان ہوا کرتے تھے، صنف نازک سے ان کے رشتوں کی کہانی مصدقہ ہے، ان کی ازدواجی زندگی ناکام رہی ہے اور دو خواتین کو انہیں طلاق دینی پڑی تھی، اب تیسری جوان کی روحانی استاذ اور پانچ بچوں کی ماں ہیں، ان کی زوجیت میں ہیں اور اب تک ان کے خلاف کوئی بات میڈیا میں نہیں آئی ہے، پریشانی ان کو میاں بیوی کے رشتوں میں رہی ہے، جب شوہر چیلا اور مرید ہو تو رشتوں میں دراڑیں پڑنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔

عمران خان قادیانیوں اور شیعوں سے قریب ہیں، بعض ویڈیو ایسے وائرل ہوئے ہیں اور اخبارات کے تراشے میری نظر سے گذرے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قادیانیوں کو پاکستانی دستور کے مطابق غیر مسلم اقلیت کے بجائے مسلمان تصور کرتے ہیں، یہ ایک خطرناک بات ہے اس کی وجہ ان کی حکمرانی میں پاکستان میں قادیانیوں اور یہودیوں کی دخل اندازی بڑھنے کے امکانات واضح ہیں، ان کی رنگین مزاجی کے قصے عام ہیں، اس لیے ان کی جیت پر نوجوانوں کا جو رقص وسرور چل رہا ہے، اس پس منظر میں بعید نہیں کہ وہاں غیر شرعی کاموں کے کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو اور ملک فحاشی اور عیاشی کے نئے مراحل میں داخل ہو جائے، کیوں کہ یہ مغرب کی پہلی پسند ہے۔

پاکستان میں حکومت جو بھی آئے اس کی خارجہ پالیسی (امریکہ کی طرح ہی) نہیں بدلا کرتی، عمران خان نے بھی اعلان کر دیا ہے کہ کشمیر کے حوالہ سے پاکستان کی بنیادی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، فوج کے سلسلے میں بھی ان کا بیان حق وفاداری پر مبنی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ سارا کام فوج کے چشم وابرو کے سہارے کریں گے تاکہ ملک میں ایک بار پھر مارشل لا نہ لگ سکے۔ مذہبی قائدین جنہیں حالیہ انتخاب میں ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے، انہوں نے انتخابی نتائج کو مسترد کر دیا ہے اور پورا حزب مخالف اس مسئلے پر متحد نظر آتا ہے، اگر یہ معاملہ طول پکڑا تو پاکستانی جمہوریت پر جو پہلے ہی سے انتہائی کمزور ہے، مارشل لا کی تلوار لٹک سکتی ہے، جس کی مثال پاکستانی تاریخ میں کثرت سے ملتی ہے۔

بائی کاٹ

دہلی سے یہ ایک اچھی خبر آئی ہے کہ مختلف ٹی وی چینلوں پر مذہبی مذاکرات میں حصہ لینے کے لئے علماء ودانشوران نہیں جایا کریں گے یہ ایک اچھا فیصلہ ہے، واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ چند برسوں سے ذرائع ابلاغ اور میڈیا جس طرح اسلامی افکار واقدار کا میڈیا ٹرائل کر رہا ہے، اس نے مسلمانوں کے خلاف ملک میں ایک ماحول بنا دیا ہے، اس، ماحول کے بنانے میں ان لوگوں کا بھی کم ہاتھ نہیں ہے، جو مختلف ٹی وی چینلوں پر منعقد مباحثوں میں حصہ لیتے رہے ہیں، چینل والے بلاتے وقت یہ دھیان رکھتے ہیں کہ ان کے کاز کے مطابق کس کی گفتگو ہوگی کس کو جلد آپے سے باہر کیا جا سکتا ہے اور کون ہے جس کا علم کمزور ہے، تاکہ فریق مخالف اس کی بولتی بند کر دے، چینل والوں کو ایسے شخص کے انتخاب میں دشواری نہیں ہوتی وہ چینل پر بلا کر ان لوگوں کی ایسی بے عزتی کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، کبھی تو بولنے ہی نہیں دیتے اور کبھی اس قدر گھیرتے ہیں کہ خواہی نخواہی مباحثہ میں شریک شخص ان کے مفاد کے مطابق بولنے لگتا ہے۔

ٹی وی مباحثے کے اس گرتے معیار اور حصہ لینے والوں کی تضحیک وتضلیل کی وجہ سے حضرت مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دار العلوم دیوبند نے ان مباحثوں میں حصہ لینے سے منع کیا تھا، اس لیے کہ اس قسم کی بحث میں حصہ لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر حضرت مہتمم صاحب کی اس بات کو مان لیا جاتا تو فرقہ پرست عناصر کی ہوا نکل گئی ہوتی، کوئی مسلمان بحث میں حصہ لینے کے لیے نہیں جاتا تو ان کے منصوبے اور پروگرام فیل ہو جاتے، اور انہیں دن میں تارے نظر آنے لگتے، اب تک ان مباحثوں میں زبان ہی چلا کرتی تھی، لیکن اب ہاتھ پاؤں، تھپڑ، لپڑ بھی چلنے لگے ہیں، گرفتاریاں بھی ہونے لگی ہیں اور جیل کی بھی نوبت آ رہی ہے، اس لیے اب سے کم از کم عقل کے ناخن لینے چاہیے اور اس قسم کی بحث میں حصہ لینے سے گریز کرنا چاہیے۔ الزامات کے دفاع اور اعتراضات کے جواب کی مباحثہ سے ہٹ کر دوسری شکلیں بھی ہو سکتی ہیں۔

اگر بہت ضروری ہو تو ہر تنظیم کے جو ترجمان ہیں، انہیں کو جانا چاہیے؛ تاکہ زبان نہ پھسلے اور بات کا بتنگڑ نہ بنے، دیکھا یہ جا رہا ہے کہ ترجمانی وہ کرنے لگتا ہے جو اصلا ترجمان نہیں ہے اور ان پر تنظیموں کی طرف سے کوئی روک نہیں لگائی جا رہی ہے۔ جس سے ایسے لوگوں کے حوصلے بلند ہو رہے ہیں۔

یادوں کے چراغ

مولانا وسیم احمد رحمانی

: ایڈیٹر کے قلم سے

مولانا وسیم احمد رحمانی بن محمد مسلم بن شیخ اگھنو بن ننوسا کن کھوکھنا ہا گوٹ ضلع سوپول سابق ضلع سہرسہ کا انتقال پر ملال ۱۰/جولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل بوقت ۳/بجے صبح ان کی رہائش گاہ واقع انور پور حاجی پور ضلع ویشالی میں ہوا، جنازہ کی نماز جامع مسجد باغ دلہن کے قریب ان کے صاحب زادہ مولانا اسد اللہ قاسمی نے پڑھائی، مجمع تقریبا دو ہزار کا تھا، تدفین باغ دلہن قبرستان میں عمل میں آئی، آخری سفر پر روانہ کرتے وقت، حاجی پور کے ائمہ، علماء اور دانشوروں کی بڑی تعداد اس قافلہ میں شریک تھی، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ پانچ لڑکے حافظ عبد اللہ، انجینئر نور اللہ، حافظ روح اللہ، مولانا اسد اللہ قاسمی، ولی اللہ اور دو لڑکیاں ہیں۔

مولانا مرحوم کی ولادت ان کے آبائی گاؤں کھوکھنا ہا گوٹ، ڈاکخانہ کھوکھنا ہا، تھانہ، ضلع سوپول میں ۷/جون ۱۹۶۳ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم مولانا عبد المجید مفتاحی، مولانا محمد قاسم ندوی اور مولانا نور محمد رحمانی سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ رحمانی مونگیر میں داخل ہوئے، یہاں حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی، حضرت مولانا شمس الحقؒ صاحب، مولانا زبیر احمد صاحب چندر سین پوری، علامہ اکرام الحق صاحب، وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ۱۴۰۲ء مطابق ۱۹۸۳ء میں یہیں سے سند فراغت پائی، فراغت سے قبل ہی عبد المغنی صاحب کی لڑکی سے رشتہ ازدواج میں ۱۹۷۹ء میں منسلک ہو گیے۔

تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ رشیدیہ سوپول سے ایک سو پینسٹھ روپے ماہانہ سے کیا، لیکن سال نہیں تھوڑے ہی دنوں کے بعد حاجی پور چلے آئے اور یہاں حاجی فخر الاسلام صاحب کے مکتب میں بچوں کو ابتدائی تعلیم دینے لگے، پھر جامع مسجد انور پور میں امامت وخطابت کے فرائض کی انجام دہی میں لگ گیے اور مکتب کو خیر باد کہہ دیا، ۲۳ سال تک انتہائی خوش اسلوبی سے انور پور جامع مسجد کے منبر ومحراب کو آباد رکھا، لوگ مطمئن اور شاداں فرحاں تھے۔

۵/مئی ۲۰۰۷ء بروز جمعہ عشاء کی نماز انور پور میں پڑھا کر اپنے وطن سپول تشریف لے گیے۔ ۶/مئی بروز سنیچر بعد نماز مغرب گھر سے قریب ہی ایک گڈھے میں گر گیے، کہا جاتا ہے کہ یہ گڈھہ بیت الخلاء کے ٹینک کے لیے کھودا گیا تھا، جس کی اطلاع وطن سے باہر ہونے کی وجہ سے مولانا کو نہیں تھی، یوں بھی قسمت کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا، مولانا اس میں گرے، بظاہر تو یہی معلوم ہوا کہ بائیں پاؤں میں فریکچر ہے، پلاسٹر کر دیا گیا، لیکن جب پلاسٹر کاٹا گیا تو پتہ چلا کہ پاؤں میں انفکشن ہے اور بغیر کاٹے ہوئے زندگی نہیں بچائی جا سکتی، علاج انک میموریل ارتھوپیڈک سنٹر پی سی کالونی کنکر باغ پٹنہ میں جاری تھا، معالج ڈاکٹر آر ان سنگھ تھے، چنانچہ ان کے مشورہ سے ۲۱/جون ۲۰۰۹ء کو بایاں پاؤں ٹخنہ کے اوپر سے کاٹ دیا گیا، لیکن انفکشن بڑھتا گیا، چنانچہ دوبارہ اور آپریشن کرکے پاؤں کاٹا گیا، پاؤں کے کٹنے کی وجہ سے آپ کی زندگی کی ساری رمق جاتی رہی، زندگی بیساکھی اور نقلی پاؤں کے سہارے گزرنے لگی، اس حالت میں امامت بھی ممکن نہیں تھی، اس لیے یہ ذریعہ معاش بھی جاتا رہا، حاجی پور، انور پور کے مشرقی حصہ میں تھوڑی زمین لے رکھی تھی، اس پر اپنا مکان بھی بنا ہوا تھا، بس اسی گھر میں فروکش ہو گیے بچوں کو ٹیوشن پڑھاتے، باغ دلہن کی مسجد میں جمعہ میں خطاب کر دیتے، اس سے آگے ان کے لیے ممکن بھی نہیں تھا، بچے بڑے ہوتے رہے اور انہوں نے معاشی تگ ودو کر کے گھر کو سنبھالا دیا، معاشی اطمینان کے باوجود انہیں ذہنی سکون نہیں تھا، آدمی حساس تھے، اس لیے علامہ شبلی کی طرح یہ کہہ کر مطمئن نہیں ہو پائے، کہ ”قابل گردن زدنی کو پا بریدہ کر کے چھوڑ دیا“ یہ حوصلہ صرف علامہ شبلی ہی میں تھا، مولانا یہ حوصلہ نہیں جٹا پائے، غم والم کی وجہ سے ان کی صحت بھی متاثر ہونے لگی، موت کڈنی کی خرابی سے ہوئی اور اس طرح عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ گیا۔

مولانا مرحوم سے میری ملاقات حاجی پور آنے کے بعد سے ہی تھی، ان دنوں میرا میدان عمل ضلع ویشالی تھا، قیام مدرسہ احمدیہ ابا بکر پور میں بحیثیت مدرس تھا، حاجی پور آنا جانا لگا رہتا تھا، مولانا کے دو دوست مولانا ظفر اللہ اور مولانا نظیر عالم ندوی بھی ابا بکر پور میں ہوا کرتے تھے، یاد آتا ہے کہ حاجی پور پہلی بار ان کی آمد انہیں حضرات کے توسط سے ہوئی تھی، وہ ایک بڑی مسجد کے امام تھے، اس لیے ہر تحریک میں میری کوشش ہوتی کہ ان کو ساتھ لے کر کام کروں، مولانا مزاجا تحریکی آدمی نہیں تھے، اس لیے جڑتے ضرور تھے، مگر بہت دیر اور بہت دور تک ساتھ نہیں دے پاتے تھے، انور پور مسجد سے متصل ہی محمد یوسف انجینئر مرحوم کا گھر تھا، یوسف صاحب مرحوم کا یہ گھر علماء کا مسکن تھا، وہ گھیر گھیر کر علماء کو روکتے، ناشتہ چائے کراتے اور حاجی پور میں کسی بھی تحریک کے لیے ان کی شمولیت لازم تھی، دامے درمے، قدمے سخنے تعاون بہت دنوں سے لکھتا پڑھتا تھا، لیکن یوسف صاحب کی سرگرمی دیکھ کر اس لفظ کا مفہوم سمجھ میں آیا تھا، یوسف صاحب کی محبت میں حاجی پور انور پور جاتا تو جمعہ کے دن خاص طور سے مولانا مرحوم کی تقریروں سے مستفیض ہوتا، کبھی نظر پڑ جاتی تو مجھ سے بھی خطاب کے لیے کہتے، ان کے مصلیان میں کئی مجھ سے متعلق لوگ بھی تھے، ان کے اصرار کے ساتھ دوسروں کا بھی اصرار ہوتا تو کبھی تقریر کر دیتا، میرا اپنا احساس یہ ہے کہ باہر سے آنے والے واردین سے تقریر کا تقاضہ مصلیان منہہ کا مزہ بدلنے کے لیے کیا کرتے ہیں، ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ مقررہ امام ہی اس کام کے لیے زیادہ موزوں ہوا کرتا ہے۔

پا بریدہ ہونے کے بعد مولانا کو میں نے بارہا کہا کہ معہد العلوم الاسلامیہ چک چمیلی سرائے ویشالی میں آ کر بیٹھ جائیے، معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا اور آپ کی خدمت بھی جاری رہے گی، لیکن وہ حاجی پور چھوڑنے کو تیار نہیں تھے اور اس معاملہ میں انہیں کبھی انشراح نہیں ہوا، امارت شرعیہ آنے کے بعد ملنے ملانے کا وقت یوں بھی کم ہو گیا، مشغولیت بڑھ گئی، ایسے میں سال چھ ماہ پر جب کبھی ادھر سے گذر ہوتا تو ملاقات کے لیے حاضر ہوتا، باتیں ہوتیں، لیکن وہ شگفتگی، شادابی اور مجلسی گفتگو جو پاؤں کٹنے کے پہلے ہوا کرتی تھی، بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

سوانح حضرت امیر شریعتؒ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

بیسویں صدی میں ملک گیر سطح پر تحفظ شریعت، دینی، ملی، سیاسی، سماجی، رفاہی، روحانی اور فلاحی خدمات کے حوالہ سے اگر کوئی فہرست سازی کی جائے گی تو اس میں سرفہرست امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی اسم گرامی نظر آئے گا، حضرت کے ذکر کے بغیر بیسویں صدی کی کوئی بھی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے حضرت کی حیات اور بعد ممات بہت ساری کتابیں لکھی گئیں، سیمینار منعقد ہوئے، رسائل کے نمبرات نکلے اور آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر اہل قلم نے داد تحسین پیش کیا، آپ کے مضامین ومقالات، مکاتیب اور فرامین کے دروبست، اسلوب نگارش، معیار تحقیق پر کھل کر بحث ہوئی اور نتیجہ یہی نکلا کہ آپ کی شخصیت ہمہ گیر اور آپ کی خدمات ہمہ جہت ہیں، اس کے باوجود بہت سارے گوشے تشنہ تھے، جن پر کام کرنے کی ضرورت تھی اور تحقیق کے سارے تقاضوں اور اصولوں کی رعایت کے ساتھ کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے آفس سکریٹری مولانا ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی سے لے لیا، انہوں نے حضرت کی حیات وخدمات کو پی اچ ڈی کے مقالہ کے لیے اپنا موضوع بنایا، یونیورسٹی ضابطہ کے مطابق ان کے نگراں پہلے پروفیسر لطف الرحمٰن صاحب تھے، لیکن اپنی علالت کے زمانہ میں انہوں نے اس کی نگرانی کاغذی طور پر ٹی بی ان کالج بھاگلپور کی ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر شیریں زباں خانم صاحبہ کے سپرد کر دیا تھا، اس طرح مقالہ مکمل ہونے کی رسمی سند تو انہوں نے دی، لیکن اصلا اور حقیقۃً اس مقالہ کی دوران تحریر نگرانی اور نظر ثانی مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم نے کی، ان کے ضروری مشورے، حک واضافے اور حرف بحرف مسودہ کو دیکھنے کے بعد اس کتاب کو مجلس گیارہ ستارے انڈیا، ندوی منزل پھر الطیف کھگڑیا بہار نے شائع کیا ہے، کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد خوبصورت، دیدہ زیب اور پرکشش ہے، تین سو پینتیس صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کا انتساب والدین، وقار الدین صاحب کی مادر علمی مدرسہ رشیدیہ پھر الطیف، دار العلوم ندوۃ العلماء، وہاں کے اساتذہ، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے مخلص بانیین اور سابقہ وموجودہ ذمہ داران اور دونوں بیٹیوں کے نام ہے، انتساب جتنے لوگوں کے نام کیا گیا ہے ان پر اس کتاب کے اوراق کی تقسیم کریں تو شاید ہر ایک کے حصہ میں دس صفحات سے بھی کم آئیں، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ عقیدت ومحبت کو بنیے کی طرح آنا پائی میں بانٹا نہیں جا سکتا۔

کتاب کا آغاز عرض ناشر سے ہوتا ہے جسے محمد عماد الدین اصلاحی نے لکھا ہے، مقدمہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم، چند کلمات امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ، تقریظ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اور اپنی بات ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی کی ہے، کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے، پہلا باب حالات زندگی، دوسرا باب تعلیمی وتصنیفی خدمات، تیسرا باب دینی وملی خدمات اور چوتھا باب سیاسی، سماجی، رفاہی اور فلاحی خدمات کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کی رائے ہے کہ اس کتاب میں ”چار ابواب پر والد صاحب کی زندگی کے مکمل خاکہ کو پیش کرنے کی کسی حد تک کامیاب کوشش کی گئی ہے اور ان کی زندگی کے ہر پہلو کا کامیاب جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے، اس سے قبل جو کتابیں شائع ہوئیں، ان سب میں اس کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔“

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اس کتاب کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”اور کوشش کی گئی ہے کہ آپ کی ہشت پہلو خدمات کا احاطہ ہو جائے، لیکن ایک ایسا پہلو جس پر اب تک اس طرح قلم نہیں اٹھایا گیا جو اس کا حق تھا، اس پر انہوں نے خصوصی توجہ دی ہے اور وہ ہے حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کا نثری اسلوب اور ادبی مزاج ومذاق، مؤلف نے جو کچھ لکھا ہے، مستند مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔“

اس کتاب کی اشاعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے ناشر نے لکھا ہے کہ ”اس بیش قیمت کام کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے شدت سے احساس ہوا کہ اسے کتابی شکل میں لا کر عزیز موصوف کے نام اور کام کو محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت امیر شریعت کی مختلف النوع خدمات کو افادۂ عام کے لیے پیش کیا جائے۔“

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے اپنے بیش قیمت مقدمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس کتاب سے ملت اسلامیہ کے کام کرنے والوں کو اچھی رہنمائی حاصل ہوگی۔

جتنے حضرات نے اس کتاب پر اپنی قیمتی آرا لکھی ہیں، ان میں سے کسی ایک کی شہادت اس کتاب کی اہمیت، افادیت اور رفعت بتانے کے لیے کافی تھی، جب کہ اس کتاب کی عمدگی اور مفید ہونے کی شہادت دینے والوں کی تعداد ”نصاب شہادت“ سے زائد ہے تو کون کور چشم اس کی اہمیت سے انکار کر سکتا ہے اور اگر کوئی ایسا کور چشم ہے جس کو اس کتاب کی خوبیوں کا ادراک نہ ہو سکے تو یہی سمجھنا چاہیے کہ گر نہ بیند بروز شپر چشم، چشم آفتاب را چہ گناہ!

واقعہ یہ ہے کہ مولانا وقار الدین لطیفی ندوی نے جس محنت، جان فشانی سے تحقیق وترتیب کے جاں گسل مراحل طے کیے وہ ان کی حضرت امیر شریعت رابع اور ان کے خانوادے سے ذہنی وابستگی کی واضح دلیل ہے، عموما پی اچ ڈی کے مقالے اتنی محنت سے نہیں لکھے جاتے، وہاں تو صرف قینچی اور پیسٹنگ کا کام ہوتا ہے، پی اچ ڈی کے آج کل کے مقالوں کے بارے میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ”دفتیوں کے درمیان کچھ اوراق لکھے ہونے چاہیے، مقالوں کے گرتے معیار کے دور میں جب ”سوانح حضرت امیر شریعت جیسی کوئی تحقیقی کتاب سامنے آئی ہے تو دل یہ کہتا ہے کہ مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، ابھی کچھ لوگ باقی ہیں، جہاں میں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

نئی نسل کو دینی ارتداد سے بچائیے

مفتی جمیل الرحمن پرتاپگڈھی

موجودہ پُرخطر ماحول میں جہاں دین سے دوری اور خدا بے زاری کی آندھیاں چل رہی ہیں، اس میں مسلمانوں کے لیے خود اپنے کو اور اپنی اولاد کو دین کی تعلیم سے آراستہ کرنا، اپنی شناخت اور ملی تشخص کو باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے، دین کی تعلیم مسلمانوں کے لیے شہ رگ کا درجہ رکھتی ہے، یہ شہ رگ اگر کاٹ دی جائے تو مسلمان زندہ لاش نظر آئے گا، آج پوری دنیا میں مسلمان ذلت ورسوائی سے گذر رہا ہے، جس کی واحد وجہ اس کی دینی تعلیم سے دوری ہے۔

مسلمانوں کے تئیں شیخ الہند حضرت مولانا محمودالحسن دیوبندیؒ کی دردمندی وفکرمندی کس قدر عمیق تھی اور وہ ان کے جسم کے رگ وریشے میں کس طرح خون بن کر دوڑ رہی تھی، اس کا اندازہ ان کی زندگی کی آخری اور تاریخی تقریر سے ہوتا ہے، حضرت شیخ الہند اپنی حیات کے آخری پڑاؤ پر تھے اور بقول امام الہند مولانا آزاد ان کا قد بھی ان کے دل کی مانند اللہ کے آگے جھک چکا تھا، تین سال دو ماہ تک جزیرۂ مالٹا میں محبوس رہنے کے بعد ۱۲/مارچ ۱۹۲۰ء کو ان کی رہائی ہوئی، ۱۵/مارچ کو اسکندریہ مصر لے جائے گئے اور تقریبا ۱۸/روز وہاں رہے، وہاں سے سوئز اور پھر عدن لے جائے گئے اور اس کے بعد آپ کی مکمل رہائی ہوئی، ۸/جون ۱۹۲۰ء کو آپ ممبئی پہونچے اور پھر وہاں سے دیوبند جہاں ہزاروں معتقدین اور شاگردوں نے آپ کا استقبال کیا، متعلقین تو خوش تھے کہ ان کے جلیل القدر استاد ومربی اسارت کی ایک مدت کاٹ کر رہا ہوگئے تھے، مگر حضرت شیخ الہند کا ذہن مسلسل یہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ مسلمانوں کی دینی شناخت، ملی تشخص اور قومی وقار کی محافظت کا کیا راستہ ہوسکتا ہے، آپ نے اسی موقعہ سے دارالعلوم دیوبند میں منعقدہ استقبالیہ جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی ودنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہورہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی، اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کردوں کہ قرآن کریم کو لفظا اور معنا عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کیا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی بھی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے“۔

دینی تعلیم چونکہ اسلامی زندگی کی بقا کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے اس کے احیا اور مسلمان بچوں کا دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کی فکر سے کبھی بھی مسلمانوں کا باشعور طبقہ غافل نہیں رہا ہے، وہ جب بھی اور جس دور میں بھی مسلمانوں کی غفلت اور بے حسی کے بحرا کاہل کو دیکھتا ہے تو تڑپ جاتا ہے، اس کو یقین ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اور کوئی بڑے سے بڑا فساد بھی ہندوستان کے مسلمانوں کا نعوذ باللہ خاتمہ نہیں کرسکتا، سوائے اس بات کے کہ مسلمانوں کی نئی نسل کو دینی تعلیم سے کاٹ دیا جائے اور وہ لادینی کا شکار ہوجائیں۔ (العیاذ باللہ) اسی لیے آپ یقین کرلیجئے کہ دینی تعلیم ایک اسلامی فریضۃ ہے اور دین کی بقا اور حفاظت اور مسلمانوں کے ملی وجود کے لیے ضروری ہے، سیکولر تعلیم کے زمانہ میں اگر دینی تعلیم کی اشاعت کی عوامی اور ہمہ گیر جدوجہد نہ کی گئی تو مسلمانوں کی آئندہ نسلیں اسلامی روایات، عقائد اور اخلاق سے بے گانہ رہیں گی اور آخر کار ان کا ملی وجود ختم ہوجائے گا۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا، آزاد ہونے کے بعد ایک ایسے نازک دور کی شروعات ہوئی، جس سے مسلمان سراسیمگی میں مبتلا ہوگیا، ان کے سامنے اہم ترین اور موت وحیات کا فیصلہ کرنے والے مسائل میں مسلمانوں کی نئی نسل کا اسلام کے بنیادی عقائد، ایمانیات اور اپنے ملی تشخص اور امتیاز پر برقرار رہنے کا مسئلہ تھا، جو ہندوستان کے ایک سیکولر (نامذہبی) اسٹیٹ بن جانے کے بعد بڑی اہمیت اختیار کرچکا تھا، ان نامذہبی اسٹیٹ میں مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام حکومت کے فرائض میں نہیں تھا، دستوری اور قانونی حیثیت سے یہ معاملہ سارے فرقوں کے ساتھ مساوی ہونا چاہیے تھا، لیکن حکومت کی مشینری کی اکثریت کے طبقہ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے فطرتا اس میں سارے فرقوں کے ساتھ یکسان اور مساویانہ طرز عمل کا باقی رہنا نہایت دشوار ہے، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے بارے میں ماضی کی تلخیاں، پاکستان کا وجود اور ہندواحائیت کی موجودگی، غیر مذہبی نصاب کے واضعین کی بھی ہندوذہنیت ان سب نے مل کر مسئلہ کو نہایت پیچیدہ بنادیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقسیم کے فورا بعد ہی بیسک ریڈروں میں ہندو دیومالا کی باتیں اور مشرکانہ کہانیاں اور اسباق صاف صاف نظر آنے لگے اور یہ نظر آنے لگا کہ اگر یہ سلسلہ چند سال اور جاری رہا تو ملت ابراہیمی اور امت محمدی کی نئی نسل اسلام کے عقیدۂ توحید سے ناآشنا، یا منحرف اور شرک جلی اور کفریہ عقائد سے متأثر ہوجائے گی۔

اس خطرہ کا واضح طور پر احساس سب سے پہلے اکابر علماء ہند کو ہوا، اس نے بلاتاخیر کروڑوں مسلمان بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کے پورے ملک میں جدوجہد شروع کردی، خوشی کی بات ہے کہ دینی تعلیم کی ضرورت کا ہر جگہ احساس ہوا اور اس تحریک کو پسند کیا گیا۔

دینی تعلیم کے لیے علماء ہند نے دینی نصاب تعلیم مرتب کیا، چھوٹے چھوٹے کتابچے بچے اور بچیوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق مخصوص مضامین ومقالے شائع کیے، اسی کے ساتھ نہایت اہم اور شاندار اقدام یہ کیا گیا کہ ۱۹۵۴ کو عروس البلاس بمبئی میں آل انڈیا دینی تعلیمی کنونشن طلب کیا گیا، اس کنونشن کے داعی مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سرپرست شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تھے، کنونشن کی صدارت اسلامی دنیا کے مشہور فلسفی جناب ڈاکٹر میر ولی اللہ صاحب عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے فرمائی، صدر مجلس استقبالیہ جناب پرنس ڈاکٹر نجم الدین صاحب بمبئی اور جنرل سکریٹری مجلس استقبالیہ عالی جناب الحاج سیٹھ احمد غریب صاحب بمبئی، نیز سکریٹری استقبالیہ مولانا حامد انصاری غازی صاحب بمبئی کو بنایا گیا تھا۔ اس کنونشن میں تین سو سے زائد مشاہیر علماء کرام، پروفیسر، اسکالر ماہرین تعلیم اور ممبران پارلیمنٹ نے شرکت فرمائی، جن میں ہر مسلک، ہر طبقے اور ہر مکتب خیال کے چیدہ اور نمائندہ حضرات شامل تھے، اس کنونشن کی بنیادی اہم تجویز کا خلاصہ یہ تھا:

> ”پورے ملک میں ہر مسلمان بچے کو دینی تعلیم دینے کے لیے ہر شہر، ہر بستی اور ہر محلے کی مسجد میں دینی تعلیمی سنٹر اور شبینہ صباحی اسلامی مکاتب قائم کیے جائیں“۔

دوسری طرف قاضی محمد عدیل عباسی صاحب جو ایک ممتاز نیشنلٹ اور کانگریسی مسلمان تھے، یوپی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اور ڈسٹرکٹ بورڈ بستی کے اہم رکن اور عہدے دار بھی تھے، ان کے ذہن واعصاب پر یہ خطرہ ایسا مستولی ہوگیا کہ انہوں نے اپنی پوری توانائی اور اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں اس پر مرکوز کردیں۔

قاضی صاحب نے ۱۹۵۹ء میں اپنے وطن شہر بستی میں دینی تعلیم کے نام سے ایک کانفرنس بلائی، جس کی صدارت حضرت مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی نے فرمائی، اس کانفرنس میں دینی تعلیمی کونسل اترپردیش قائم ہوئی، حضرت مولانا علی میاں صاحب اس کے صدر منتخب کیے گئے اور قاضی صاحب جنرل سکریٹری، اس کونسل کی جدوجہد کے نتیجہ میں صوبہ یوپی میں کئی ہزار مکتب قائم ہوئے، جن میں لاکھوں کی تعداد میں بچے قرآن مجید ناظرہ اور اردو دینیات کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے اور الحمدللہ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

یہ جو کچھ گذارشات احاطۂ تحریر میں لائی گئی ہیں، ۱۹۴۷ء کے بعد شروع ہونے والے حالات کے پس منظر میں مسلمانوں نے انجام دیا، اس کا تذکرہ تھا کہ انہوں نے بڑی دلیری کے ساتھ فیصلہ کیا کہ ہم ہندوستان میں رہیں گے، یہیں جئیں گے اور یہیں مریں گے اور مسلمان بن کر جئیں گے اور مریں گے اور ہماری نسلیں بھی اسلام اور ایمان کے ساتھ اسی سرزمین میں رہیں گی۔

لیکن آج کی موجودہ صورت حال کی خطرناکی، ماضی کی صورت حال سے کہیں زیادہ خطرناک اور زہر آلود ہے، ہندتو کا بڑھتا ہوا سیلاب، مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اٹھتا ہوا طوفان، مدارس اور علماء کرام سے بڑھتی دوری ودشمنی، اسکولوں اور پاٹھ شالاؤں میں سوریہ نمسکار، یوگا اور وندے ماترم جیسے مشرکانہ اور کفریہ اعمال، توحید کے خلاف زہر میں گھلے ہوئے اسکولوں کا نصاب تعلیم، ان سب صورت حال نے ہمیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس طوفان سے کیسے بچائیں، کیا لائحہ عمل تیار کریں کہ ہماری اولاد اور ہمارے بچے مسلمان باقی رہ سکیں۔

مورخہ ۱۱-۱۲/مارچ ۲۰۱۸ء کو دارالعلوم دیوبند کا موجودہ حالات کے تناظر میں کل ہند رابطہ مدارس کا اجلاس بلانا اسی سلسلے کی ایک کری ہے، جس میں تقریبا ۸/ہزار مدارس کے ذمہ داروں نے شرکت کی، اجلاس میں علماء کرام کا ان امور پر غور کرنا کہ مسلمان نئی نسل کو دینی ارتداد سے کیسے بچایا جائے؟ دینی تعلیم کا فروغ کیسے ہو؟ موجودہ حکومت کی پالیسی کو دیکھتے ہوئے مدارس اور مکاتب کے تحفظ کی کیا شکل ہو؟ نیز فکری آزادی کی بقا اور مدارس کے خلاف اٹھنے والی آندھیوں کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ ان اہم باتوں پر غور وفکر کرنے کے لیے رابطہ مدارس کا یہ اجلاس اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان اور ان کا سمجھدار دینی طبقہ یعنی علماء کرام موجودہ صورت حال سے غافل نہیں ہیں؛ بلکہ وقت کی تیز رفتار نبض پر ان کی نگاہیں پوری بیدار مغزی کے ساتھ مرکوز ہیں۔

اس اجلاس نے جس انقلابی منشور کا جاری کیا، وہ نہ صرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے؛ بلکہ وہ تمام ہی مدارس کے لیے ایک گائڈ لائن ہے، جس پر مدارس کو چلنا چاہیے، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب دامت برکاتہم نے خطبہ صدارت کے دوران جن امور پر توجہ دلائی، اگر اس پر عمل کیا گیا تو دینی تعلیم کا چراغ کبھی مدھم نہ ہو پائے گا اور نہ ہی کوئی طوفان اسے گل کر پائے گا، آپ نے فرمایا:

> ”تمام مدارس کے ذمہ داروں موجودہ حالات کے پیش نظر اپنا لائحہ عمل مرتب کریں اور اداروں کے تحفظ واصلاح کے لیے انقلابی اقدامات کریں، اپنے اکابر کے طریقہ کار پر کاربند ہوجائیں، اس وقت پورے ملک میں منفی عزائم کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوگئے ہیں، اس کے پس منظر میں مدارس اور ان کے ذمہ داروں کی ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوگیا ہے، تمام ارباب مدارس کو اداروں کی انتظامی اور فکری آزادی کی بقا کے لیے مسلسل بیدار اور فکرمند رہنا ہوگا؛ کیوں کہ فکری آزادی ہماری اولین ذمہ داری ہے، مدارس کے خلاف کی جانے والی ریشہ دوانیوں پر سخت نظر رکھنے کے علاوہ حکومتی امداد سے بھی اجتناب نہایت ضروری ہے، مدارس کے تعلیمی نصاب کا ڈھانچہ جس بنیادی روح پر قائم ہے، اس کو اسی طرح باقی رکھنا ضروری ہے، فضلائے مدارس میں علم وفکر کی گہرائی اور اخلاقی کردار کی پختگی کا باقی رکھنا نہایت ضروری ہے، مدارس اسلامیہ کا بنیادی مقصد شریعت کے علمی ودینی ورثہ کو اصل شکل میں محفوظ رکھنا ہے، جس سے کسی صورت میں انحراف نہیں ہونا چاہیے۔ مدارس میں نظام کو مکمل امانت داری کے ساتھ نافذ رکھنا چاہیے، اساتذہ، طلبہ اور منتظمین کے لیے ضابطہ اخلاق طے ہونے چاہئیں اور نظام تعلیم، نظام تربیت اور نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ اور تحفظ شریعت پر خصوصی توجہ ہونی چاہیے“۔

آیئے! ہم عہد کریں کہ ہم دینی تعلیم کی طرف توجہ دیں گے، کوئی گاؤں ایسا نہیں بچے گا، جہاں دین کی ضروری تعلیم کے لیے مکتب، مدرسہ قائم نہ ہو اور جہاں مدرسہ یا مکتب چل رہے ہیں، ان کے معین ومددگار بنیں گے، اس کام کو اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھیں گے۔

نظامِ تعلیم اور ہمارا معاشرہ

محمد عمار احمد

تعلیم انسانی معاشرے کی اہم ترین ضرورت ہے اور اسی سے ہی معاشرے کو بہتر خطوط پر تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی کامیاب اقوام کی پُشت پر وقت کی ضرورتوں کے مطابق حصولِ علم کا عمل ہی کارفرما رہا ہے۔ انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب بھی اسی وجہ سے ہی عطاء ہوا کہ اس نے اپنی علمی برتری کو ملائکہ کے سامنے ثابت کیا، مگر سوال یہ ہے کہ تعلیم ہے کیا اور تعلیمی نظام کس طرح ایک معاشرے کو تیرگی سے روشنی کی طرف لانے میں مددگار ہو سکتا ہے؟ ہمیں اس وقت بحیثیت قوم مختلف سماجی، سیاسی، مذہبی اور فکری و نظریاتی مسائل کا سامنا ہے۔ ہمیں اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ ۷۰/سال بعد بھی ہم تعلیم و ترقی میں نمایاں طور پر آگے بڑھنے میں کیوں ناکام رہے ہیں؟

تاجِ برطانیہ کے غاصبانہ تسلط سے آزاد ہونے کے بعد ہماری ترجیحات تعلیم و ترقی کی بجائے دفاع اور اسلحہ رہی ہیں۔ ہم نے اپنے ایک ہمسائے کے خوف سے افواج کی ضرورت و طاقت پر تو توجہ دی اور دیتے آرہے ہیں مگر دنیا بھر میں اہمیت کے حامل تعلیم و ترقی کے میدان کو نظر انداز کیا۔ یہ بات بجا ہے کہ ہمیں اپنی بقاء کی خاطر دفاعی ضروریات کو ترجیح دینی چاہیے تھی مگر ہم اب بھی تعلیم کے لیے وہ سب نہیں کر رہے جو ہمیں کرنا چاہیے۔ ہمارے مقتدر طبقات دانستہ و نادانستہ طور پر قوم کی بڑی ضرورت کو کم اہمیت دیتے ہیں۔ ہم ایک ایٹمی قوت ہیں، یہ کافی ہے، اس کے بعد ہمیں تعلیم کی طرف توجہ دینی چاہیے مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا۔ جس سبب سے معاشرے میں چوری، سود و عصمت دری، قتل و غارت اور توہمات پرستی جیسی معاشرتی برائیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ ہم ایک جمہوری ملک کے باسی ہیں اور اسی تناظر میں اپنے تعلیمی نظام و ضروریات کو دیکھنا ہوگا۔ تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کو اپنی، دوسرے انسانوں کی عزت و قدر کی، اپنے اردگرد کے قدرتی مناظر اور خالقِ کائنات کی پہچان کرانا ہے۔ تاکہ انسان نہ صرف خود بہتر زندگی بسر کرے بلکہ دوسرے انسانوں کے حقوق کا بھی خیال کرے اور یوں ایک بہتر معاشرے کی تشکیل ہو سکے جہاں لوگ باہم اخوت و ایثار کے سکون بخشنے والے ماحول میں سانس لے سکیں۔

کہنے کو تو ریاست نسلِ نَو کو تعلیم فراہم کر رہی ہے مگر اس تعلیم کی نوعیت کیا ہے اور وہ تعلیم معاشرے کو علم سے روشناس ہونے والے جو لوگ فراہم کر رہی ہے وہ کس کردار کے حامل ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام معاشرتی بُرائیوں کو روکنے میں بُری طرح ناکام ہو چکا ہے کیوں کہ یہ نظام ان بنیادوں پر ہی استوار نہیں جو معاشرتی برائیوں کے خاتمے میں مدد دے سکیں۔ ریاست کو اور نجی اداروں سے وابستہ تعلیمی ماہرین کو اس بابت سوچنا چاہیے کہ دنیا بھر کی ترقی یافتہ اقوام نے کن بنیادوں پر اپنے اور اپنی آنے والی نسلوں کے لیے درخشاں حال و مستقبل کی طرف سفر طے کیا ہے۔ وہ معاشرے جو آج بھی دنیا میں اخلاقی قدروں پر استوار ہیں وہ کیسے اس منزل تک پہنچے ہیں۔

اس خطے کے لوگوں نے ہمیشہ ہی جغرافیائی، نظریاتی اور تہذیبی سرحدوں پر حملہ آور ہونے والے گروہوں کا خیر مقدم کیا ہے۔ یہاں کے لوگوں میں خاطر و لحاظ، بزدلی یا کشادہ دلی اتنی ہے کہ ''مہمانوں'' کے خلاف کسی قسم کی مزاحمت کو اپنی ''عظیم روایات'' کے برعکس سمجھتے ہیں۔ اسی سبب سے ہمارے قلوب و اذہان آج ۷۰/سال بعد بھی مغرب زدہ ہیں اور ہم اس سحر سے نہیں نکل رہے جس میں ہم برسوں محصور رہے یا مسحور کیے گئے۔ ہمارے نظامِ تعلیم کا ڈھانچہ اُنہی کا تیار کردہ ہے جو یہاں کے لوگوں کے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔ تعلیم تب ہی اپنا اثر دکھاتی ہے جب وہ اس معاشرے کے مزاج سے آشنا ہو جس میں اسے رائج کیا گیا ہے وگرنہ گدھے پر کتابیں لادنے والی مثال ہی سامنے آسکتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے گھروں میں بھی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے کیوں کہ زندگی اتنی مصروف ہو چکی ہے کہ والدین اور اولاد کے مابین بات، چیت یا مکالمے و مباحثے کا تصور بھی محال ہے۔ بچے کو سال دو سال کی عمر میں ہی درس گاہ کی راہ دکھائی جاتی ہے اور اس سے پہلے کی عمر وہ کسی آیا کی گود میں گزارتا ہے یا پھر کسی ''چائلڈ ہوم'' میں جہاں اس کے جیسے معصوم بچے مختلف کھلونوں سے بہلائے جاتے ہیں۔ یوں وہ والدین سے اس طرح مانوس نہیں ہو پاتا جس طرح گزرے وقتوں میں بچے والدین یا کم از کم ماں کے بہت قریب رہتے تھے۔ دو سال کی عمر میں جب وہ درس گاہ آتا ہے تو اجنبی زبان، اجنبی اشیاء اور اجنبی ماحول میں وہ کسی نہ کسی طرح اپنی جگہ بنا لیتا ہے مگر وہ تعلیم کے بنیادی مقاصد کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ گھر میں اس کے سامنے جو گفتگو ہوتی ہے وہ مادّی اشیاء سے متعلق ہوتی ہے یا تعلیمی حوالے سے ہوتی بھی ہے تو اس نظر سے کہ کلاس میں اوّل یا دوم، سوم ہی آنا ہے۔ رٹّا لگا کر وہ والدین کی بے جا آرزوؤں کو پورا کرتا ہے اور دھیرے دھیرے خود کو درسی کتب تک ہی محدود کر لیتا ہے کیوں کہ اس کی زندگی کا اب واحد مقصد اچھے نمبروں سے پاس ہونا یا تعلیم کے بعد اچھی ملازمت ہوتا ہے۔ اسے غرض نہیں ہوتی کہ حلقۂ احباب کیا ہے؟ غربت زدہ لوگ کن حالوں میں روز و شب بِتاتے ہیں اور معاشرے کے کیا کیا مسائل ہیں یا ان کا حل کیا ہے؟ تعلیمی نصاب میں جو اسباق شامل کیے جاتے ہیں، وہ ہم پڑھتے تو ہیں مگر کئی بار اپنے ذہن پر زور دے کر بھی اس ''راز'' سے پردہ نہیں ہٹا پاتے کہ یہ ہمیں کس مقصد کے لیے رٹوایا جا رہا ہے یا اس کا کوئی 'اخلاقی سبق' بھی ہے کہ نہیں؟ اگر ہے تو کیا ہے اور نہیں ہے تو اس کی جگہ کوئی با مقصد شَے کیوں نہیں پڑھائی جاتی؟

معاشرے میں طبقاتی تقسیم کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہمارے یہاں مختلف طبقہ ہائے معاشرہ کے لیے مختلف تعلیمی نظام اپنی 'خدمات' بجالا رہے ہیں۔ بیکن ہاؤس، آکسفرڈ، سرکاری تعلیمی ادارے اور دانش اسکول یہ سب ایک ملک کے باسیوں کے لیے مختلف نوعیت کے نظام ہائے تعلیم ہیں۔ یہ بات بھی تسلیم کر لیں کہ ہم فی الوقت ایسی مساوات کے متحمل نہیں ہو سکتے جہاں امراء، شرفاء اور غرباء کے بچے یکساں جگہ بیٹھ کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہ فلسفہ بھی سر آنکھوں پر کہ مختلف طبقوں کے لوگ مختلف المزاج بھی ہوتے ہیں تو الگ تعلیمی نظام اپنے اپنے طبقہ کی تعلیمی و تربیتی ضرورت پورا کر رہے ہیں۔ مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ ہمارے سرکاری و نجی ادارے، مذہبی تعلیم کے مدارس، بیکن ہاؤس اور آکسفرڈ یا دانش اسکول سبھی معاشرے کی تعلیمی و تربیتی ضروریات پوری کرنے میں ناکام ہیں؛ کیوں کہ تمام ہی تعلیمی اداروں سے علوم حاصل کرنے کے بعد جب یہی لوگ معاشرے میں آتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ معاشرے کی بہتری میں اپنا کردار ادا کریں، وہ معاشرے میں مزید بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور نفرت و عصبیت، طبقاتی تقسیم یا پھر معاشرتی و اخلاقی بدیوں کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔

تعلیم کا بنیادی مقصد انسان کو اپنی ہی پہچان کرانا ہے مگر ہمارا تعلیمی نظام اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیوں کہ اس نظام کو تخلیق کرنے والے اور اس کے پرچاری یہ جانتے ہیں کہ اگر اس قوم کے فرد کو اپنی پہچان ہو گئی تو یہ خالقِ کائنات اور پھر کائنات کے رازوں تک کو پہچان لے گا۔ یہ نظام انسان کو الفاظ رٹواتا ہے بجائے اس کے کہ طلباء و طالبات کو عملاً اس قابل بنائے کہ وہ دنیا کی ترقی یافتہ نہیں تو کم از کم ترقی پذیر اقوام کا مقابلہ کرنے کے اہل ضرور ہوں۔

والدین، اہلِ فکر و نظر، اہلِ حل و عقد اور خود طلبہ و طالبات کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے کہ ہم کب تک اپنے آپ کو مسائل میں الجھائے رکھیں گے۔ ہمیں معاشرتی برائیوں، ذہنی غلامی اور دیگر فکری، نظریاتی و سیاسی مسائل کے حل کے لیے خلوصِ نیت سے باہم مل کر کام کرنا چاہیے تاکہ ہم ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کر سکیں۔ یہ کام ایسے نئے تعلیمی نظام سے ہی کیا جا سکتا ہے جو یہاں کے لوگوں کے مزاج کو مدِ نظر رکھ کر مرتب و رائج کیا جائے کیوں کہ موجودہ مختلف نظم ہمیں ترقی، خوشحالی اور اخلاقی عروج کی طرف لے جانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت

ندیم احمد انصاری

قانونِ الٰہی کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تمام بندوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ اس دنیا میں ان امور کی انجام دہی میں زندگی بسر کریں جن کے باعث روزِ قیامت نیکیوں کا پلڑا بھاری اور جنت کا پروانہ نصیب ہو سکے۔ ہر انسان کو اس بات کی مکمل کوشش کرنی ضروری ہے، اس کے باوجود کسی کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ اپنے اعمال پر اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کہ فلاں عمل میری نجات کے لیے کافی ہو جائے گا؛ اس لیے کہ ہمارا عمل اللہ کے یہاں قابلِ قبول ہے بھی یا نہیں، اس کا ہم میں سے کسی کو کوئی علم نہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہمت و توفیق کے موافق عمل کر کے جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کے متعلقین کے لیے مستحب ہے کہ اپنے رشتے داروں و عزیزوں کے لیے حسبِ استطاعت ایصالِ ثواب اور دعاے مغفرت کا اہتمام کرتے رہیں۔ زندوں کا مُردوں کے حق میں دعاے خیر اور ایصالِ ثواب کرنا خود ان کے حق میں بھی ثواب کا باعث اور مُردوں کے حق میں مغفرت اور درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ)

البتہ یہ صورت وقتی طور پر ثواب کے انتظام کی ہے؛ اس لیے متوفی کو حسبِ استطاعت دائمی ثواب پہنچانے کی بھی کوشش کرنی چاہیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرحوم کی طرف سے کوئی ایسا نیک کام کیا جائے کہ جس سے لوگ مسلسل فائدہ اٹھاتے رہیں، مثلاً کسی نیک کام کے لیے زمین وقف کر دی جائے وغیرہ۔ (بخاری: ۲۶۷۲)

معلوم ہوا کہ لسانی و جسمانی عبادات میں سے ہر شخص اپنے گھر میں انفرادی طور پر جو نیک عمل اپنے لیے کرتا ہے: نفل نماز پڑھتا ہے، نفل روزے رکھتا ہے، تسبیحات پڑھتا ہے، تلاوت کرتا ہے، نفل حج یا عمرہ کرتا ہے، طواف کرتا ہے، اس میں صرف یہ نیت کر لے کہ اس کا ثواب ہمارے فلاں عزیز یا دوست کو پہنچے، وہ پہنچ جائے گا اور بس یہی ایصالِ ثواب ہے، وہ ثواب جو آپ کو ملنا تھا آپ کو بھی ملے گا اور جن دوسرے لوگوں کی نیت کی ہے، ان سب کو بھی پورا ثواب ملے گا۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۶۹/۸)

ایصالِ ثواب کا جواز: جو لوگ ایصالِ ثواب کے قائل نہیں، ان کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ﴾ (اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے، جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے۔ (النجم: ۳۹)

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں علامہ رازیؒ کا کہنا ہے: اس کا جواب یہ ہے کہ اگر انسان خود ایمان لا کر یہ کوشش نہ کرے کہ اس کے اہلِ قرابت کا صدقہ اس کے کام آئے، تو ان کا یہ صدقہ اس کے کام ہرگز نہ آئے گا؛ اس لیے کہ انسان کو وہی ملے گا، جس کی وہ (ایمان لا کر) کوشش کرے۔ نیز ''تفسیر ابوسعید'' میں ہے: انبیاء علیہم السلام کی شفاعت، ملائکہ علیہم السلام کا استغفار اور زندوں کی دعا اور صدقہ، میت کے لیے اور اس کے علاوہ دیگر بہت سے امورِ نافعہ جن کا شمار ممکن نہیں، ان سب میں میت کا عمل دخل نہیں ہے؛ لیکن امورِ مذکورہ کے نافع ثابت ہونے کا مدار ایمان اور اس کی اصلاح پر ہے، اگر یہ چیزیں (ایمان اور اس کی درستگی) ہی نہ ہو تو کسی کی کوئی چیز (تو کجا خود اپنا نیک عمل بھی) کوئی نفع نہیں دے گا۔ (تفسیر کبیر: ۶۸/۷)

معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ ایک کے عمل کا ثواب دوسرے کو پہچانے سے بھی نہیں پہنچ سکتا اور ایصالِ ثواب کا انکار کرتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ للانسان میں لام نفع کا ہے اور نفع دو قسم کا ہے: ایک ثواب، دوسرا وہ خاصیت جو عامل کے اندر اس سے پیدا ہوتی ہے، پس یہاں دوسری قسم کا نفع مراد ہے، نہ کہ اول قسم بہ وجہ دوسری نصوص۔ (اشرف التفاسیر: ۱۰۳/۴)

نیز آیت کی یہ تشریح بھی دل چسپ ہے کہ انسان کو صرف اپنے عمل کے ثواب کا حق پہنچتا ہے، کسی اور کے عمل کا ثواب لینے کا حق نہیں ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس کو اس کے استحقاق کے بغیر کسی اور عمل کا ثواب عطا فرمادیں تو یہ ان کی رحمت ہے، جس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا سکتی؛ چناں چہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو ایصالِ ثواب کیا جا سکتا ہے اور متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے وہ ثواب مُردے کو پہنچاتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/ پر)

نفرت اور تشدد کے ماحول میں کیا کرے اقلیتی طبقہ

رام پنیانی

گزشتہ کچھ سالوں میں مذہبی اقلیتوں کے خلاف تشدد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔اس تشدد میں ایک فکر انگیز پہلو یہ ہے کہ ''گئو ماتا'' اور وطن پرستی کے نام پر اقلیتوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔اس میں مذہبی اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھا ہے اور وہ اپنے محلوں میں محدود ہونے لگے ہیں۔ یہ سب ملک کے سماجی تانے بانے کے لیے خوش آئند نہیں ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے ذریعہ نوجوانوں کو سیلف ڈیفنس کی تکنیک سکھانے کے لیے کلبوں کا قیام کرنے کے اعلان کو اسی ضمن میں دیکھا جانا چاہیے۔ جمعیۃ کے سربراہ مولانا محمود مدنی نے اپنی تنظیم کے متعلق جانکاری دیتے ہوئے منصوبوں کے بارے میں بتایا۔ان کا کہنا ہے کہ اس پیش قدمی کا مقصد نوجوانوں کو مشکل حالات سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا ہے۔ یہ نوجوان ملک پر کسی بحران کی صورت میں ملک کے کام آئیں گے۔ انھوں نے کہا کہ نوجونواں کو یوتھ کلبوں میں اسکاوٹ-گائیڈس کی طرح تربیت دی جائے گی۔

اس اعلان پر ردعمل دیتے ہوئے ونے کٹیار اور آر ایس ایس سے منسلک تنظیموں کے ترجمان نے کہا کہ اس سے تشدد کو فروغ ملے گا اور یہ بھی کہ یہ آر ایس ایس ماڈل کی نقل کرنے کی ایک کوشش ہے جو کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ انھوں نے کہا کہ حالانکہ مدنی نے اسکاؤٹس اور گائیڈس کی طرح تربیت دینے کی بات کہی ہے لیکن سیلف ڈیفنس کے لیے دی گئی تربیت حملے کے لیے بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔کئی مسلم تنظیموں نے جمعیۃ کے اس قدم کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کو نظامِ انصاف میں پورا بھروسہ ہے اور شہریوں کو سیکورٹی فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مودی حکومت کے اقتدار میں آنے کے بعد مسلمانوں اور عیسائیوں میں عدم تحفظ کے احساس میں ناقابل بیان اضافہ ہوا ہے۔آر ایس ایس اور اس کی اولادیں لاٹھی اور بندوق چلانے کی تربیت طویل مدت سے دیتی آرہی ہیں۔ آر ایس ایس کی شاخوں میں لاٹھی سویم سیوک کی یونیفارم کا ضروری حصہ ہے۔ جس وقت آر ایس ایس کا قیام ہوا تھا اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ برطانوی حکومت تھی۔ کیا آر ایس ایس کے سویم سیوکوں نے لاٹھی کا استعمال انگریزوں کو ملک سے بھگانے کے لیے کیا؟ قطعی نہیں۔ یہ لاٹھی تو وہ ہندوستانیوں پر ہی چلاتے تھے۔گزشتہ کچھ دہائیوں سے بجرنگ دل اور درگا واہنی بندوق چلانے کی تربیت بھی دیتی آرہی ہیں۔ یہ سب کچھ سیلف ڈیفنس کے نام پر کیا جارہا ہے۔کیا ہمارے ملک میں قانون کا راج نہیں ہے؟ کیا ہندوستانی آئین اس ملک پر نافذ نہیں ہوتا؟ کیا ہمیں سیکورٹی دینے اور ہمارے ساتھ انصاف کرنے کے لیے پولس اور عدالتیں نہیں ہیں؟ تب پھر آر ایس ایس فیملی کے اسلحہ ٹریننگ پروگراموں کا کیا مقصد ہے؟ آر ایس ایس کا اسلحہ کے تئیں عجیب کھنچاؤ ہے۔ ہر دسہرے پر وہ اسلحوں کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ان کی پوجا بھی۔ میڈیا میں اس طرح کی رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ پولس کو آر ایس ایس کے پاس ایسے اسلحے ہونے سے متعلق جانکاری نہیں ہے۔ آر ایس ایس، عدم تشدد کی بات کرتا ہے لیکن اسلحوں کے بھی گُن گاتا رہتا ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کا استعمال کرنا سکھاتا ہے۔اس کے علاوہ آر ایس ایس سے منسلک تنظیمیں ترشول تقسیم کرنے کی تقریب بھی منعقد کرتی رہتی ہیں۔ترشول بھگوان شیو سے جڑا ہوا ہے اور بھوتھرا ہوتا ہے۔لیکن ان تنظیموں کے ذریعہ جو ترشول تقسیم کیے جارہے ہیں وہ چاقو کی طرح نکیلے اور تیز ہوتے ہیں۔ اگر ہم قانون کی بات نہ بھی کریں تو بھی کسی بھی طبقہ یا گروپ کے ذریعہ اسلحوں کا استعمال کر اپنی حفاظت کرنے کی کوشش اچھی بات نہیں کہی جاسکتی۔

مسلم طبقہ اور جمعیۃ جیسی تنظیموں کی پریشانی سمجھی جاسکتی ہے۔ آج جو حالات ہیں ان میں اقلیتی تنظیموں کا کیا کردار ہونا چاہیے؟ کچھ مسلم تنظیموں نے جمعیۃ کی پیش قدمی کی مخالفت کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ چند نوجوانوں کو اسکاوٹ-گائیڈ جیسی تربیت دینے یا آر ایس ایس کی نقل کرنے سے مسلم طبقہ کے مسائل حل ہونے والے نہیں ہیں۔اس کی جگہ جمعیۃ کو یہ مطالبہ کرنا چاہیے کہ قانون ٹھیک ڈھنگ سے نافذ کیے جائیں اور تشدد متاثرین کے ساتھ انصاف ہو۔فرقہ وارانہ تشدد کی جانچ کے لیے تشکیل دی گئی زیادہ تر کمیشن کی رپورٹوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پولس کا جانبدارانہ نظریہ اور سیاسی پارٹیوں کے ذریعہ فرقہ واریت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ملک میں تشدد میں اضافہ کا سبب ہے۔ ۱۹۸۴ء کے سکھ مخالف فسادات کے ملزمین کو آج تک سزا نہیں مل سکی ہے۔ ممبئی فسادات پر شری کرشنا کمیشن کی سفارشات نافذ نہیں کی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے جرائم پیشوں کا حوصلہ بڑھتا ہے، بے قصور سزا کاٹتے ہیں اور انصاف نہیں ہوتا۔ گجرات میں گودھرا کے بعد ہوئے فساد، ملک کے سب سے ہونہار وزیر اعلیٰ کی ناک کے نیچے ہوئے تھے۔ ان میں تقریباً دو ہزار لوگ مارے گئے تھے اور ریاست تشدد کا اسپانسر تھا۔ جمعیۃ کی قیادت کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ جو کررہا ہے کیا وہ درست ہے؟ جمعیۃ کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ تشدد کی جڑ کا پتہ لگایا جائے۔ تشدد کی جڑ ہے سماج میں پھیلائی جارہی نفرت۔ اس نفرت کے پیچھے ہے اقلیتوں کے بارے میں کئی طرح کی غلط سوچ اور تعصب۔ اسلام کو پرتشدد مذہب بتایا جاتا ہے اور عیسائیوں کو مذہب تبدیل کرنے میں ماہر ظاہر کیا جاتا ہے۔ گجرات میں تیستا سیتلواڈ جیسے لوگوں کے ساتھ جو ہوا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس ملک میں انصاف پانا بہت مشکل کام ہے۔ کچھ ٹی وی چینلوں، میڈیا کے ایک حصے اور سوشل میڈیا کے ذریعہ کی جارہی منافرت والی تشہیر کا مقابلہ کیے جانے کی ضرورت ہے۔ دورِ وسطیٰ اور تحریک آزادی کے دوران ملک کے اصل کردار کی تشہیر کی جانی چاہیے۔ ہمیں لوگوں کو یہ بتانا ہوگا کہ ہندوستانی راشٹر واد یکجہتی ہے اور ہماری تہذیب و ثقافت مل جل کر محبت کے ساتھ رہنے کی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ جو لوگ ملک کے تحفظ اور لوگوں کے حقوق انسانی کے بارے میں فکر مند ہیں وہ ایک اسٹیج پر آئیں۔ جمعیۃ جیسی تنظیموں کے لیے بہتر ہوگا کہ وہ نوجوانوں کو اس بات کی تربیت دیں کہ مسلمانوں کے خلاف پھیلائی جارہی نفرت کا مقابلہ کس طرح کیا جائے۔ وہ نوجوانوں کو یہ بتائیں کہ امن اور محبت کے پیغام سے نفرت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر جمعیۃ مسلمانوں کے بارے میں پھیلی غلط سوچ کا تھوڑا سا بھی حصہ ختم کرنے میں کامیاب ہوگئی تو یہ نوجوانوں کو سیلف ڈیفنس کی تربیت دینے سے کہیں زیادہ قابل قدر کام ہوگا۔

بھوک ہندوستان کی بدترین حقیقت ہے

ششی شیکھر (ہندوستان ٹائمز ۳۰/جولائی ۲۰۱۸ء)

ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

ہندوستان کی تاریخ اپنے صفحات میں شکھا، مانسی اور پارول جیسی بچیوں کے ناموں کو محفوظ نہیں رکھے گی، تاریخ کو اور تاریخ دانوں کو ان کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ تاریخ کے صفحات تو ہیرو، ولین اور عدالتوں کے ججوں کے معاملات کو عام کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ عام لوگوں کی خوشی یا غم کو عام طور پر ہماری تاریخ میں جگہ نہیں ملتی ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ سوموار کی صبح صبح میں کن لوگوں کی داستان لے کر بیٹھ گیا۔ تو چلیے میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ میں تین معصوم لڑکیوں کی بات کر رہا ہوں، جو پچھلے ہفتے دہلی کے منڈاولی علاقے میں بھوک سے مر گئی ہیں۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ان بچیوں کے شکم میں اناج کا ایک دانہ تک نہیں تھا۔ دوسرے لفظوں میں انہوں نے کئی دنوں سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ان بچیوں کو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کتنی دردناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، اور کس قدر اذیت سے وہ دوچار ہوئی ہوں گی۔ شاید ان بچیوں کو یہ بھی نہ پتہ ہو کہ ڈکشنری میں ''بھوک'' کے کیا معنی ہوتے ہیں، لیکن انہوں نے اسی بھوک کی وجہ سے اپنی جان گنوا دی۔ جس وقت وہ بچیاں بھوک کی وجہ سے اپنی آخری سانسیں لے رہی تھیں، ان کی ذہنی طور پر معذور ماں بھی ان کے ساتھ ان کی خستہ حال جھونپڑی میں موجود تھی۔ مغربی بنگال کی رہنے والی یہ بدقسمت عورت اپنے ذہنی مرض اور مقامی زبان نہ جاننے کی وجہ سے پڑوسیوں سے مدد بھی نہ مانگ سکی۔ جس وقت یہ بچیاں بھوک سے تڑپ تڑپ کر جان دے رہی تھیں اس وقت ان کا باپ 'منگل' قومی راجدھانی دہلی کی گلیوں میں کام کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ منگل نے دو سال پہلے بنگال میں واقع اپنے آبائی وطن کو چھوڑا تھا اور کام کی تلاش میں پریوار کے ساتھ دہلی آگیا تھا۔ دوسرا کوئی کام نہ ملنے کی وجہ سے اس نے رکشہ چلانا شروع کیا۔ لیکن مقامی غنڈوں نے اس کا رکشہ بھی چھین لیا، ایک طرف اس کی آمدنی کا ذریعہ ختم ہوگیا، تو دوسری طرف رکشہ کا مالک بھی اس پر دباؤ بنانے لگا کہ وہ رکشہ کی رقم اس کو لوٹائے۔ مکان مالک نے بھی کرایہ نہ ادا کرنے کی وجہ سے اس کو مکان سے نکال دیا۔ کون کہتا ہے کہ راجدھانی پورے ملک کی دیکھ بھال کرتی ہے؟

میرے ذہن میں کچھ سوال ابھر رہے ہیں، کیا یہی زمینی حقیقت ہے دنیا کی چھٹی سب سے بڑی معیشت کی؟ مغربی بنگال کی مقبول وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی کی گورننس کا حال یہ ہے کہ لوگ روزگار کی تلاش میں ریاست سے باہر جانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ جب مرکزی حکومت اور دہلی کی صوبائی حکومت دہلی میں پاور کی لڑائی میں مشغول ہیں تو ان مسئلوں پر کون بات کرے گا؟ کون سیاسی رہنما یہ آواز اٹھائے گا کہ حکومتیں اس بات کو یقینی بنائیں کہ ملک میں کوئی بھی بھوک سے نہیں مرے گا؟ جمعرات کو کچھ ممبران پارلیامنٹ نے اس معاملہ کو پارلیامنٹ میں اٹھایا، لیکن اس کو بھوک پر سنجیدہ بحث کرنے کے بجائے سیاسی رنگ دے دیا گیا۔ ہمارے معزز قانون ساز اس طرح کے سنگین مسائل پر بھی متحد کیوں نہیں ہو پاتے ہیں؟ کیوں کہ منگل اور اس کا پریوار نہ تو میانمار کے روہنگیا پناہ گزینوں میں ہے، نہ کشمیر کے بے گھر پنڈتوں میں؛ اس لیے اس کے مسئلہ پر توجہ دینے کی کسی کو فرصت نہیں ہے۔

جن ڈاکٹروں نے ان بچیوں کا پوسٹ مارٹم کیا وہ یہ دیکھ کر بھونچکے رہ گئے کہ ان کا فیٹ لیول زیرو سے بھی کم تھا۔ دوسرے لفظوں میں کہیں تو چونکہ ان کے پیٹ میں کئی دنوں سے اناج کا ایک دانہ بھی نہیں گیا تھا، تو ان کے فیٹ لیول نے ان کو کچھ دن تک زندہ رکھا، پھر دھیرے دھیرے جب بدن کی ساری چربی بھی ختم ہوگئی تو بچیاں کوما میں چلی گئیں، اور اسی حالت میں دست قضا نے ان معصوموں کو اچک لیا۔ پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹروں نے رپورٹ میں لکھا ہے کہ وہ اس درجہ بدترین عدم تغذیہ کا شکار تھیں کہ ان کی کھال کے اندر سے ہڈیاں ظاہر ہو رہی تھیں۔ دو سال، چار سال اور آٹھ سال کی عمر کی یہ تین بچیاں ایسی بدترین موت کیوں مریں؟

جب یہ سطور لکھے جارہے تھے، تب تک منگل غائب تھا، یہ اچھی طرح جاننے کے باوجود کہ ان تینوں بچیوں کی موت بھوک سے ہوئی ہے، پولیس لاشوں کی دوبارہ جانچ کروا رہی ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آپ ایک لاوارث پریوار کی مشتبہ موتوں کی جانچ کریں، لیکن اس بات کی یقین دہانی کرانے کا کون ذمہ دار ہے کہ منگل کا رکشہ چھیننے والوں کو بھی سزا دی جائے گی؟ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ وہ ڈرگ کا عادی تھا، تو اس کو ڈرگ سپلائی کرنے والوں کو سزا دلانے کا کون ذمہ دار ہوگا؟ غربت آپ کو کئی طریقوں سے مار سکتی ہے۔ غربت کا عذاب اکثر ایسے لوگوں کو نشے کا عادی بنا دیتا ہے اور اس کی سزا غریب کے پریوار والوں کو بھگتنی پڑتی ہے۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ملک میں روزانہ تین ہزار بچے نقص تغذیہ سے مرتے ہیں، یہاں مجھے نقص تغذیہ اور بھوک کے فرق کو بیان کرنے دیجئے، چالاک حکومتیں لوگوں کو یہ بتانے سے ڈرتی ہیں کہ یہ موتیں بھوک سے ہوئی ہیں، کیوں کہ بھوک سے موت آج ملک کی ایک تلخ اور بدترین حقیقت بن چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ میں عام طور پر لکھ دیا جاتا ہے کہ موت نقص تغذیہ سے ہوئی ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ملک میں ہر ہزار میں سے ۳۴/ بچے ماں کی کوکھ میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ نو لاکھ بچے ہر سال پانچ سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں، اس سے پہلے کہ وہ آزاد ہندوستان کا مطلب سمجھیں۔ ملک میں تقریبا انیس کروڑ لوگ روزانہ خالی پیٹ سونے پر مجبور ہیں۔ کالاہانڈی سے دہلی تک بھوک سے موت کے واقعات میں تیزی سے اضافہ ہونا ہندوستان کی بدترین حقیقت ہے، ہماری حکومت کب اس خطرے پر قابو پانے کی کوشش کرے گی؟

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

ڈنمارک میں برقعہ پر پابندی کے خلاف احتجاجی مارچ

قریب تیرہ سو مظاہرین نے بدھ کے روز کوپن ہیگن اور ڈنمارک کے دوسرے بڑے شہر آہوس میں چہرے کے پردے اور برقعے پر پابندی کے خلاف مارچ کیا۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ اس اقدام سے خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی ہوئی ہے اور ایک مذہبی اقلیت کو ہدف بنایا گیا ہے۔ یہ پابندی ایک متنازعہ قانون کے ذریعے ڈنمارک میں یکم اگست سے نافذ کی گئی ہے۔ انسانی حقوق کے لیے سرگرم کارکنان اور ناقدین نے بھی ڈینش حکومت کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس قانون کے ذریعے مسلمانوں کو غیر منصفانہ طور پر ہدف بنایا گیا ہے۔ احتجاج کرنے والے افراد نے خواتین کے حقوق کی خلاف ورزی پر حکومت کی مذمت کی۔ ان کا موقف تھا کہ حکومت خواتین کو پابند نہیں کرسکتی کہ وہ کس طرح کا لباس پہن سکتی ہیں اور کس طرح کا نہیں۔ کوپن ہیگن میں ہوئے اس احتجاجی مظاہرے کی دلچسپ بات یہ تھی کہ تمام مظاہرین برقعوں میں ملبوس تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کے سوا تمام چہرے کو بھی چھپا رکھا تھا۔ مظاہرین نے احتجاج کا آغاز دارالحکومت کوپن ہیگن کے وسطی ضلع نوریبرو سے کیا اور پھر مضافاتی علاقے میں واقع بیلا ہوگ پولیس اسٹیشن تک آئے جہاں انسانی ہاتھوں کی ایک زنجیر بھی بنائی گئی۔ ان مظاہرین میں مسلمان اور غیر مسلم ڈینش شہری شامل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم حکومت کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم امتیازی رویوں اور ایسے قانون کے سامنے نہیں جھکیں گے جو ایک مذہبی اقلیت کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔

واضح ہو کہ ڈنمارک کی پانچ اعشاریہ سات ملین آبادی کا پانچ فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس قانون کے تحت پولیس عوامی مقامات پر خواتین سے نقاب اتروانے کی مجاز ہوگی۔ قانون کی پہلی بار خلاف ورزی کرنے پر خواتین کو ایک ہزار ڈینش کرونے جو ایک سو ساٹھ امریکی ڈالر کے برابر بنتے ہیں، اور بار بار اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے افراد کو دس ہزار کرونے یا ۱۶۰۰/امریکی ڈالر کے برابر تک بطور جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ (قومی آواز)

امریکہ ہمیں پابندیوں کی دھمکی نہ دے: طیب اردوگان

ترک صدر رجب طیب اردوگان نے امریکہ کو خبردار کیا ہے کہ واشنگٹن حکومت کی جانب سے پابندیوں کی دھمکی انقرہ حکومت کے فیصلے تبدیل نہیں کراسکتی۔ طیب اردوگان نے واضح الفاظ میں کہا کہ ترکی میں قید امریکی پادری کو کسی صورت رہا نہیں کیا جائے گا۔ اس سے قبل امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے دھمکی دی تھی کہ اگر ترکی نے زیر حراست امریکی پادری کو رہا نہ کیا، تو ترکی کے خلاف پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں۔ طیب اردگان نے کہا: ''امریکا کو بھولنا نہیں چاہیے کہ اگر اس نے ترکی کی بابت اپنا رویہ تبدیل نہیں کیا، تو وہ ایک مضبوط اور مخلص پارٹنر سے محروم ہوسکتا ہے۔'' واضح رہے کہ براؤنسن ترک شہر ازمیر میں ایک پروٹیسٹنٹ چرچ سے وابستہ تھے اور انہیں قریب دو برس قبل ناکام فوجی بغاوت سے تعلق کے شبہ میں گرفتار کرلیا گیا تھا۔ چندروز قبل ایک عدالت نے انہیں جیل سے گھر میں نظر بند کرنے کے احکامات جاری کیے تھے۔ تاہم اس معاملے پر امریکہ اور ترکی کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوگئے ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان شام میں کرد جنگجو گروپ YPG کے معاملے پر تعلقات پہلے ہی کشیدہ ہیں۔ امریکہ اس کرد جنگجو گروپ کی حمایت کرتا ہے، تاہم انقرہ حکومت اسے دہشت گرد گروہ قرار دیتی ہے۔ اسی طرح ترک حکومت امریکا میں مقیم جلاوطن ترک مبلغ فتح اللہ گولن پر ناکام فوجی بغاوت کی منصوبہ بندی کا الزام عائد کرتے ہوئے امریکہ سے مطالبات کرتی آئی ہے کہ انہیں ترکی کے حوالے کیا جائے۔ گولن اس بغاوت سے تعلق کے الزامات کو رد کرتے رہے ہیں، جب کہ امریکی حکومت بھی گولن کی انقرہ حکومت کو حوالگی کے مطالبات مسترد کرتی ہے۔ (قومی آواز)

سادگی سے ہوگی عمران خان کی حلف برداری، بیرونی مہمانوں کو مدعو نہ کرنے کا فیصلہ

پاکستان تحریک انصاف پارٹی (پی ٹی آئی) کے چیئرمین، پاکستان کے سابق کرکٹ کپتان اور نامزد وزیر اعظم عمران خان نے اپنی تقریب حلف برداری میں بیرونی مہمانوں کو دعوت نہ دینے اور سادگی سے حلف برداری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ خیال رہے کہ پی ٹی آئی کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں ۱۱۵/سیٹیں ملی ہیں اور وہ اہم اتحادی پارٹیوں اور آزاد امیدواروں کی حمایت سے حکومت سازی کی کوشش میں ہے، پارٹی کے چیئرمین عمران خان پاکستان کے نئے وزیر اعظم ہوں گے۔ (یو این آئی)

ایران نے خلیج فارس میں فوجی مشق شروع کیا

امریکہ کا خیال ہے کہ ایران نے خلیج فارس میں اپنی بحریہ کی مشق شروع کردی ہے۔ امریکہ کے ساتھ بڑھتی ہوئی کشیدگی کے درمیان ایرانی بحریہ کی سالانہ مشق کے وقت کو آگے بڑھایا گیا تھا۔ (یو این آئی)

اسرائیلی فوجی کو تھپڑ مارنے والی فلسطینی لڑکی ''احد تمیمی'' جیل سے رہا

اسرئیل نے اُس نوجوان فلسطینی لڑکی کو رہا کردیا جسے ایک اسرائیلی فوجی کو تھپڑ مارنے کے جرم میں گرفتار کرکے قید کی سزا دی گئی تھی۔ سزا مکمل ہونے پر رہائی کے بعد ۱۷/سالہ احد تمیمی نے کہا کہ وہ وکیل بن کر دریائے اُردن کے مغربی کنارے پر اسرائیلی قبضے کے خلاف جدوجہد جاری رکھے گی۔ اسرائیلی فوجی کو تھپڑ مارنے کا واقعہ گزشتہ سال دسمبر میں پیش آیا تھا جس کے بعد احد تمیمی فلسطین کے لوگوں میں ایک ہیرو کی طرح مقبول ہوگئی تھی۔ احد تمیمی نے مغربی کنارے پر اپنے گاؤں نبی صالح میں ایک اسرائیلی فوجی کو تھپڑ مار دیا تھا۔ اس گاؤں میں اسرائیلی اہلکار زبردستی فلسطینیوں سے اُن کی زمینیں چھین کر یہودیوں کو آباد کرنے کیلئے بستیاں بناتے رہے ہیں۔ تھپڑ مارنے کے اس واقعے کی تفصیل احد تمیمی کی والدہ نے فیس بک پر ڈال دی تھی۔ اسرائیلی اہلکاروں نے اس واقعے کو اشتعال انگیز قرار دیا تھا۔ فلسطینی صدر محمود عباس نے احد تمیمی اور اُس کی والدہ سے ملاقات کے بعد احد تمیمی کو پرامن مزاحمت کے حوالے سے ایک نمایاں مثال قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس لڑکی نے دنیا کے سامنے ثابت کردیا کہ وہ ہر حال میں اپنی زمین کی حفاظت کیلئے پرعزم ہے چاہے اس کیلئے کوئی بھی قربانی دینی پڑے۔ (وائس آف امریکہ)

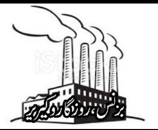

اے ایم یو اور جامعہ میں بھی حکومت ریزرویشن شروع کرائے گی

مرکزی حکومت نے کہا ہے کہ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں درج فہرست ذات وقبائل اور پسماندہ طبقے کے ریزرویشن کو یقینی بنانے کے لئے سپریم کورٹ میں اپیل کرے گی۔ سماجی انصاف اور امپاورمنٹ کے وزیر تھاور چند گہلوت نے لوک سبھا میں قومی پسماندہ طبقات کمیشن کو آئینی درجہ دینے سے متعلق آئین کی ۱۲۳/ویں ترمیمی بل پر ہونے والی بحث کا جواب دیتے ہوئے یہ بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ مرکزی یونیورسٹیاں ہیں لیکن ان کی اقلیتی حیثیت کی وجہ سے، شیڈول کاسٹ شیڈول ٹرائب اور بیکورڈ کلاسز کو ریزرویشن دستیاب نہیں ہے۔ حکومت ان طبقات کو ریزرویشن دلانے کے کے لئے سپریم کورٹ جائے گی۔ (یو این آئی)

آئی آئی ٹی اداروں میں او بی سی، ایس سی وایس ٹی کی ایک بھی سیٹ خالی نہیں: جاویڈیکر

مرکزی حکومت نے راجیہ سبھا میں بتایا کہ ملک بھر میں انجینئرنگ کے اداروں آئی آئی ٹی میں میں پسماندہ طبقات (او بی سی) اور درج فہرست ذات وقبائل (ایس سی/ ایس ٹی) کے لئے کوٹے کے تحت مخصوص ایک بھی سیٹ خالی نہیں ہے۔ ترقی انسانی وسائل کے وزیر پرکاش جاویڈیکر نے ایوان بالا میں وقفہ سوالات کے دوران بتایا کہ پہلے چالیس سے پچاس ہزار طلبہ جے ای ای (ایڈوانس) میں داخلہ لیتے تھے۔ تاہم، اس سال صرف ۱۸/ ہزار ۱۳۸/طلبہ وطالبات داخلہ امتحان میں کامیاب قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن میں نے آئی آئی ٹی کونسل کو ہدایت دی ہے کہ کوئی سیٹ خالی نہیں رہنی چاہئے۔ داخلہ کے لئے کٹ آف اس طور پر کی جائے کہ تمام سیٹیں بھر جائیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی ہدایت پر آئی آئی ٹی کے ۹۸۸۳۱/امیدواروں کو داخلہ دیا گیا اور تمام سیٹیں بھردی گئی ہیں۔ آئی آئی ٹی میں طالبات کی تعداد ۲۰۱۷ء کے آٹھ فیصد سے بڑھا کر ۲۰۱۸-۲۰۱۹ میں ۱۵/فیصد کردی گئی ہے اور مجموعی ۸۴۰/طالبات کو آئی آئی ٹی میں داخلہ ملا ہے۔ (یو این آئی)

اسسٹنٹ لوکو پائلٹ اور تکنیکی افراد کے عہدوں کو ۲۶۵۰۲ سے بڑھا کر ۶۰/ہزار کرے گی حکومت

ریلوے کی وزارت نے اس سے پہلے فروری ۲۰۱۸ء میں اسسٹنٹ لوکو پائیلٹس (اے ایل پی) اور تکنیکی افراد کے ۲۶۵۰۲/عہدوں پر بحالی کا اعلان کیا تھا۔ ۴۷/لاکھ سے زائد امیدواروں نے اے ایل پی اور تکنیکی افراد کے امتحان کے لئے درخواستیں دی تھیں، لیکن اب اے ایل پی اور تکنیکی افراد کے ان ۲۶/ ہزار ۵۰۲ خالی عہدوں کو بڑھا کر تقریباً ۶۰/ ہزار عہدے کرنے کی تجویز ہے۔ سرکاری ذرائع کے مطابق مشتہر شدہ ۲۶۵۰۲/خالی آسامیاں مختلف ریلوے زونوں اور ریاستوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے لئے سارے ہندستان سے امیدواروں نے درخواستیں دی ہیں۔ بہار سے تقریباً ۹/لاکھ، اترپردیش سے ساڑھے نو لاکھ اور راجستھان سے تقریباً ساڑھے چار لاکھ امیدواروں نے درخواستیں دی ہیں۔ امیدواروں کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ تازہ ترین معلومات اور اپنے امتحان سنٹر کی معلومات کے لئے ریلوے کی ویب سائٹ www.indianrailways.gov.in/railwayboard پر لاگ ان کریں۔ (یو این آئی)

پسماندہ طبقات کمیشن کو آئینی درجہ دینے والا بل لوک سبھا میں منظور

پسماندہ طبقات کمیشن کو آئینی درجہ دینے کے التزام والے ۱۲۳/ویں آئینی ترمیمی بل کو لوک سبھا میں اتفاق رائے سے منظور کرلیا گیا۔ آئینی ترمیمی بل پاس کرنے کے لئے ضروری ووٹ میں سے اس کے حق میں ۴۰۶/ووٹ پڑے اور اس کے خلاف ایک بھی ووٹ نہیں پڑا۔ تقریباً چار گھنٹے تک چلنے والی بحث کے بعد ایوان میں بیجو جنتادل (بی جے ڈی) کے بھرت ہری مہتاب کی ایک ترمیم کو ۹۴/ کے مقابلے ۳۰۲/ووٹوں سے مسترد کردیا گیا اور سماجی انصاف اور تفویض اختیارات کے وزیر تھاور چند گہلوت کے ذریعہ پیش کی گئی ترمیم کو منظوری دے دی۔ (یو این آئی)

تجارتی بات چیت میں امریکی سازش ناکام ہوگی: چینی وزارت تجارت

چین کی وزارت تجارت کے ترجمان نے کہا ہے کہ گزشتہ روز امریکی حکومت نے چین کے ساتھ تجارتی بات چیت بحال کرنے اور دوسری طرف دو کھرب چینی مصنوعات پر پچیس فیصد اضافی ٹیرف لگانے کا دعوی کیا ہے۔ امریکی حکومت کی یہ سازش اور تماشا کامیاب نہیں ہوگا۔ ترجمان نے اس بات پر زور دیا کہ چین امریکہ کی شروع کردہ تجارتی جنگ کی شدت میں اضافے پر مقابلے کیلئے تیار ہے اور اس حوالے سے جوابی اقدامات اختیار کرتا رہیگا۔ چین اپنے ملک کی عزت، چینی عوام کے مفادات اور آزاد تجارتی اور کثیر الطرفہ نظام کی حفاظت کرتا رہیگا۔ دوسری طرف چین کا یہ موقف رہا ہے کہ بات چیت تنازعات کو حل کرنے کا واحد راستہ ہے، جس کی پہلی شرط برابری اور ایمانداری ہے۔ (cri.cn)

گروگرام میں ہندو دہشت گردوں نے مسلم نوجوان کی زبردستی داڑھی کاٹی

ہریانہ کے گروگرام میں ایک مسلم نوجوان لڑکے کی ہندو دہشت گردوں نے نائی کی دوکان پر لے جاکر زبردستی داڑھی کاٹ دی، مظلوم نوجوان ظفرالدین کا دعوی ہے کہ اس کے ساتھ بدسلوکی بھی کی گئی، ظفرالدین نے کہا کہ اسے پہلے نائی کی دوکان میں لے گئے۔ نائی نے اسکی داڑھی کاٹنے سے منع کردیا، اسکے بعد ہندو دہشت گردوں نے نائی اور اسے بری طرح سے مارا اور نوجوان کو سیٹ پر باندھ کر نائی سے زبردستی داڑھی کو کلین شیو کرایا، مظلوم نوجوان میوات کے بادلی گاؤں کا رہنے والا ہے، وہ گروگرام سبزی منڈی سے سبزی لینے آیا تھا۔ ظفرالدین نے کہا کہ میں نے بدسلوکی کرنے والے لڑکوں کو سمجھانے کی بھی کوشش کی، میں نے کہا کہ میں مسلم ہوں اور میں داڑھی نہیں کٹواتا، اسکے باوجود وہ لوگ نہیں مانے، مار پیٹ کی اور داڑھی پر قینچی چلادی۔ (یو این اے نیوز)

۲۰۱۹ء جنرل الیکشن میں بیلٹ پیپر سے کرایا جائے انتخاب: حزب مخالف

انڈین نیشنل کانگریس اور ترنمول کانگریس سمیت ۱۷/پارٹیاں اس مطالبہ کے ساتھ الیکشن کمیشن سے ملاقات کرنے والی ہیں کہ ۲۰۱۹ء الیکشن میں ای وی ایم کے بجائے بیلٹ پیپر سے انتخاب کرایا جائے۔ یہ سترہ پارٹیاں اس تجویز پر مشورہ کے لیے اگلے ہفتے میٹنگ کرنے والی ہیں۔ ترنمول کانگریس کے لیڈر ڈیرک او برائن نے بتایا کہ یہ ایسا معاملہ ہے، جس پر سبھی مخالف پارٹیاں متفق ہیں اور ہم جلد ہی الیکشن کمیشن کے سامنے اپنا مطالبہ رکھیں گے۔ (این ڈی ٹی وی)

طب وسائنس

دھی اور ھماری صحت

دہی صاف اورتازہ استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔کھٹی دہی میں غذائیت کی تاثیر تبدیل ہو جاتی ہے لیکن اگر اسے ماسک یا ابٹن کے طور پر استعمال کرنا چاہیں تو بہتر افادیت رکھتا ہے یا پھر شہد کے ساتھ معتدل کرلیا جائے تو موافق آتا ہے۔

ہم میں سے کون ہے جو بیکٹیریا کے نام سے ہی خوفزدہ نہیں ہوتا اور اس سے بچاؤ کی تدبیر نہیں کرتا لیکن دہی ایسا Probiotice ہے جو صحت کے مسائل حل کر دیتا ہے۔ غیر صحت بخش غذائیں' کم پانی کا استعمال ہر وقت تشویش یا انتشار کی کیفیت میں رہنا یا کسی طویل بیماری کے بعد نظام ہاضمہ کا بُری طرح متاثر ہونا ایسی کیفیتیں اور رویے ہیں جن سے لوگ اکثر و بیشتر متاثر ہوتے ہیں لیکن ان مسائل پر توجہ نہیں دیتے جس وقت کسی بیماری کے علاج کے طور پر اینٹی بایوٹکس استعمال کرنا ناگزیر ہو جائے تو عموماً منہ خشک ہونے اور رنگت کے زرد پڑ جانے کی شکایت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھلوں کے عرقیات یا سادہ پانی کا استعمال بڑھا دیتے ہیں۔ یہ محتاط رویہ ایسا غلط نہیں ہوتا تاہم اگر وہ اپنی غذا میں دہی کا استعمال شامل کرلیں تو چند دنوں میں حیرت انگیز تبدیلی محسوس کریں گے۔ بیشتر بیماریاں معدے کے افعال بگڑنے سے ہوتی ہیں۔کم کھانا یا ضرورت سے زیادہ کھالینا دونوں رویئے معدے پر گرانی کا باعث بنتے ہیں۔ ہماری غذا خاص کر کھانوں میں دہی کا استعمال ہوتا ہے۔مشرقی لوگ رائتے اور چٹنیوں میں دہی شامل کرتے ہیں یا میٹھے دہی سے کھانے کا اختتام کرتے ہیں۔اس شکل میں یہ معدے میں اچھے اور بُرے بیکٹیریا کا ایک توازن قائم کرتا ہے۔اگر ہم کئی روز تک کسی بھی شکل میں دہی نہیں کھاتے تو اس کا مطلب ہے کہ صحت خراب کرنے والے بیکٹیریا اپنے قدم جمالیں گے۔اینٹی بایوٹکس کے مضر صحت اثرات اچھے بیکٹیریا کو مار دیتے ہیں' اسی وجہ سے چہرے اور پورے جسم کی ہیئت اور رنگت متاثر ہوتی ہے۔مختلف تیزابی ردعمل معدے میں سرائیت کر جانے کی صورت میں نئی شکایات پیدا ہوتی ہیں جن میں قبض' اسہال یا دستوں کی بیماری یا قے کی صورت میں بدنظمی جیسے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

جسم کا مدافعتی نظام درست کرنے کیلئے دہی کا استعمال بڑھا دینا چاہیے۔معدے میں تیزابیت کے خاتمے اور ٹھنڈک کے احساس کیلئے دہی نہایت اکسیر پروبایوٹکس ہے۔ڈائریا کا خاتمہ کرتا ہے اور دودھ یا دیگر غذاؤں سے پیدا ہونے والی حساسیت کا خاتمہ کرتا ہے۔عام طور پر اسہال کی صورت میں دہی کو بطور دوا استعمال کریں تو چونکانے والے نتائج سامنے آتے ہیں یہ توانائی کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

دہی معدے کی گرمی کو دور کرتا ہے اور منہ میں نکلنے والے چھالوں کے لیے بے حد مفید ہے۔ایسی صورت میں دن میں ہر کھانے کیساتھ حسب طبیعت یا کم از کم دو چمچہ دہی کھانا ضروری ہے۔ دہی کا سر پر ملنا اسی طرح فائدے مند ہے جس طرح روغن کدو کی مالش کی جائے۔ چہرے پر ملنے سے چہرے کی خشکی، سیاہی اور پر چھائیاں دور ہوتی ہیں۔پیچش میں بے حد مفید ہے۔

دہی پیاس کو تسکین دیتی ہے۔دہی عام جسمانی کمزوری اور خون کی کمی کو دور کرنے میں مفید ہے۔جن لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا ان کے لیے بے حد مفید ہے۔معدے اور آنتوں کے ورم اس کے استعمال سے دور ہو جاتے ہیں۔ بواسیر میں دہی کا استعمال مفید ہے۔پیچش اور سنگرہنی کے لیے آدھ پاؤ دہی صبح نہار منہ کھانا مفید ہوتا ہے۔ جب دہی ترش ہو کر پانی چھوڑ دے اور بدبو آنے لگے تو ایسا دہی بالکل استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

دہی اگرچہ دودھ سے ہی تیار کیا جاتا ہے لیکن "پروبائیوٹک" اچھا دوست بیکٹیریا مل جانے سے اس کی غذائی افادیت بڑھ جاتی ہے۔دہی' تیل' پروٹین' کیلشیم' وٹامن A,B......12,B6,B2 پوٹاشیم' میگنشیم کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔دودھ سے بنائے جانے کے باعث پر چھ اونس دہی سے تقریباً نو گرام پروٹین ملتی ہے۔

پروبائیوٹک بیکٹیریا ایک ایسا دوست بیکٹیریا ہے جو معدے اور آنت میں فاضل مادے جمع نہیں ہونے دیتا اور کافی حد تک قوت مدافعت کو بڑھا کر آنت کی حفاظت کرتا ہے۔

یو ایس ایگریکلچر اینڈ فوڈ کے مطابق دہی کے روزانہ استعمال سے نہ صرف وٹامن اور پروٹین حاصل ہوتی ہے بلکہ آنت میں پروبائیوٹک کی مقدار بھی ذخیرہ رہتی ہے جس سے ایسے لوگوں کو بہت فائدہ مل سکتا ہے جنہیں دودھ میں لیکٹوز کے باعث الرجی ہو جاتی ہے یا دودھ ہضم نہیں ہوتا اور ایسے افراد کے لئے بھی مفید ہے جنہیں بار بار بغیر کسی خاص وجہ کے پیٹ درد یا دست لگ جاتے ہیں۔

دہی کے استعمال سے نہ صرف معدے اور آنت کو فائدہ ہوتا ہے بلکہ اس سے ملنے والے پروٹیشن اور کیلشیم کے باعث دانت اور ہڈیوں کو بھی مضبوطی ملتی ہے۔روزانہ دہی کھانے والے افراد کو بڑھاپے میں ہڈیوں کی کمزوری بھر بھراپن اور آسٹیو پروسز اس طرح سے تنگ نہیں کرتے جیسے دوسروں کیلئے وبال جان بن جاتے ہیں۔

بوسٹن یونیورسٹی میڈلین سکول کی 2 لاکھ افراد پر کی جانیوالی ایک تحقیق کے مطابق دہی کے روزانہ استعمال سے ان افراد میں بلڈ پریشر کی 30 فیصد تک کمی نوٹ کی گئی ہے اس کے علاوہ کولیسٹرول کی کچھ کمی' ذیابیطس کا بہتر کنٹرول' بہتر قوت مدافعت' ہڈیوں کی مضبوطی بھی دیکھی گئی۔تحقیق کے مطابق ایسے افراد جو دہی کے ساتھ روزانہ پھل اور تازہ سبزی سلاد کھاتے ہیں ان میں یہ فوائد بہت بڑھ جاتے ہیں۔

جلدی امراض اور دھی کا استعمال

ماں بننے والی خواتین غذائی عادتوں کی تبدیلی کے باعث حساسیت کا شکار ہو سکتی ہیں۔نوعمر بچے بدہضمی کا شکار ہو سکتے ہیں' اسی طرح مختلف گرم تاثیر والی یا مقوی غذاؤں کے استعمال کے بعد الرجی کی شکایت دہی کھانے سے دور ہو سکتی ہے۔طبی ماہرین کہتے ہیں کہ بیرونی علاج کے طور پر ادویات کا استعمال جاری رکھنے میں کوئی قباحت نہیں لیکن اگر غذائی علاج میں محتاط رویہ اپنالیا جائے یعنی دہی کا استعمال جاری رکھا جائے تو تکلیف سے بہت جلد چھٹکارا مل سکتا ہے۔بچوں میں جلدی خارش' چھوٹے چھوٹے دانے نکلنے اور Eczema Atopic سے نجات کیلئے دہی کا استعمال بڑھا لینا چاہیے۔

دھی سے چھرہ نکھار پیدا ھوتا ھے

نوجوان بچیوں کو کیل مہاسوں اور دانوں کے علاوہ چہرے کے دورنگی ہونے کی شکایت ہو سکتی ہے۔ماہرین کے مطابق پچاس فیصد کیسز میں دہی نے ہارمونز کے نظام کو توازن دے کر چہرے کو ان مسائل سے نجات دلا دی جس کیلئے ایکنی لوشنز وغیرہ استعمال کیے جاتے رہے تھے تاہم ڈائیٹیشنز کے مطابق دہی کا استعمال روزانہ کرنا بہتر نتائج دیتا ہے۔دہی صاف اور تازہ استعمال کیا جائے تو بہتر ہے۔کھٹی دہی میں غذائیت کی تاثیر تبدیل ہو جاتی ہے لیکن اگر اسے ماسک یا ابٹن کے طور پر استعمال کرنا چاہیں تو بہتر افادیت رکھتا ہے یا پھر شہد کے ساتھ معتدل کرلیا جائے تو موافق آتا ہے۔

ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — ہفتہ رفتہ — راشد العزیزی ندوی

انڈین ریلوے کی عجب کہانی مال گاڑی کو منزل تک پہنچنے میں لگے چار سال

انڈین ریلوے کی لیٹ لطیفی کے قصے روزانہ کسی نہ کسی حوالے سے سننے اور پڑھنے کو ملتے ہی ہیں۔اسی طرح کا ایک دلچسپ معاملہ دیکھنے کو ملا کہ بستی ریلوے اسٹیشن پر مال گاڑی کا کھاد لدا ایک ڈبہ پہنچا تو اس کے کاغذات دیکھ کر مال گدام کے حکام حیران رہ گئے۔ پتہ چلا کہ اس کھاد بھرے ڈبے کو وشاکھا پٹنم سے بستی کی 1326 کیلومیٹر دوری طے کرنے میں تقریبا ۴/سال لگ گئے۔اس ڈبے میں 1316 ڈائموینیم فاش فیٹ (ڈی اے پی) کھاد کے بورے تھے جو ۱۰/نومبر ۲۰۱۴ء کو وشاکھا پٹنم سے بک کئے گئے تھے۔ یہ ڈبا ۲۷/جولائی کو دوپہر بستی پہنچا۔اس بارے میں شمال مشرق ریلوے کے سنجے یادو گھورکھپور نے بتایا ہے کہ یہ کھاد بھری مال گاڑی وشاکھا پٹنم سے بستی کے لئے بھیجی گئی تھی لیکن اس کا ایک ڈبہ وہاں سے روانہ ہوتے ہی خراب ہو گیا اور یارڈ میں ہی کھڑا رہا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اتنی کثیر رقم کا مال ریلوے انتظامیہ کی لاپرواہی کے سبب خراب ہوتا رہا اور ریلوے کو چار سال تک پتہ نہیں چلا سکا۔سوشل میڈیا پر چل رہے بحث میں ایک بات یہ بھی خوب وائرل ہو رہی ہے کہ جو کام ساٹھ سالوں میں نہیں ہوئے وہ چار سال میں ہو گئے۔

ملک میں بڑھتے مذہبی عدم تحمل انسانیت کے لئے باعث تشویش

ڈاکٹر منوج پانڈے میموریل ٹرسٹ کے زیر اہتمام سالانہ میموریل سیمینار اے این سنہا انسٹی ٹیوٹ گاندھی میدان میں ایک سیمینار ہوا جس میں بڑھتے مذہبی عدم تحمل عالم انسانیت کے لئے لعنت کے موضوع پر گفتگو ہوئی، سیمینار کی صدارت کرتے ہوئے نکھل کمار، سابق گورنر ناگالینڈ و کیرالہ نے کہا کہ موجودہ دور میں ہندوستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ صحیح نہیں ہو رہا ہے۔اپنی ناکامی کو چھپانے کے لئے مرکزی حکومت عوام کی توجہ ترقی کے بجائے غیر ضروری کاموں میں کرا رہی ہے تاکہ گزشتہ چار سالوں میں کام کے بارے میں عوام سے بازگشت نہیں کرسکیں۔ڈاکٹر حنیف کان شاستری نامور سنسکرت دانشور نے وید، بھاگوت گیتا کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے اس کی مماثلت پر مدلل روشنی ڈالی، انہوں نے بھاگوت گیتا کے بارے میں بتایا کہ یہ انسانیت کی طرف لے جانے والی کتاب ہے۔اس میں ویدوں اور اپنیشدوں کا سار ملتا ہے۔انہوں نے کہا کہ تمام مذاہب کا خلاصہ ویدوں سے ملتا ہے۔ بھاگوت گیتا ۳۵۰۰ سال پہلے اس زمین پر وجود میں اور قرآن ۱۴۰۰ سال پہلے اتارا گیا۔ بہت ساری آیتیں اور شلوک میں مماثلت ہے۔انہوں نے سنسکرت میں ہی ویدوں اور گیتا کے شلوک پڑھے اور قرآنی آیات کا بھی عربی میں تلاوت کی۔ اس موقع پر امارت شرعیہ کے ناظم حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے کہا کہ سماج کے نفرت والے ماحول کو محبت پیدا کرکے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ ملک میں نفرت گھروں تک میں موجود ہے۔اس نفرت کے دور کرنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے انسانیت کا سبق پڑھایا جائے۔

اسکول کے کچن سے 60 زہریلے سانپ برآمد

بھارتی ریاست مہاراشٹرا میں ایک اسکول کے باورچی خانے سے 60 زہریلے سانپ برآمد ہوئے۔ بھارتی میڈیا کے مطابق ہنگولی ڈسٹرکٹ کے ضلع پریشد اسکول کے کچن سے سانپ برآمد ہوئے جس پر طلبہ و اساتذہ سمیت عملے کے ارکان میں کھلبلی مچ گئی۔ پنگرا بوخرے نامی گاؤں میں واقع اس اسکول کے کچن میں ایک طالب علم نے سانپ کو دیکھا جس کی اطلاع اسکول پرنسپل کو دی۔اسکول پرنسپل نے بتایا کہ انہوں نے ہجوم کو سانپوں کو مارنے سے روک دیا۔(اخبار مشرق نئی دہلی ۱۷/۷/۲۰۱۸ء)

فرقہ وارانہ فساد کے دوران قتل کی پاداش میں 6 کو عمر قید

سن 1981 میں برپا ہوئے فرقہ وارانہ فساد میں شہر بہار شریف کے کل 6 لوگوں کو عمر قید کی سزا اور مالی جرمانہ کا حکم ضلع سول کورٹ کے ایف ٹی سی کے جج رام پرتاپ استھانہ نے سنایا۔ مذکورہ قتل شہر کے علی نگر محلے میں عمل پزیر ہوا تھا جس میں ایک معصوم لڑکے کی بھی شہادت عمل میں آئی تھی۔لیکن گواہان اور ثبوتوں کے فقدان میں 21 سال ملزمین کو رہا کر دیا گیا۔جن قاتلوں کو سزا سنائی گئی ان کے نام سونیل عرف سونین ساؤ کو عمر قید کی سزا اور پانچ ہزار جرمانہ اس کے علاوہ ایک دیگر محرم کو سات سال کی قید وار پانچ ہزار روپیہ جرمانہ سنایا۔جرمانہ نہیں دینے پر مزید ایک سال کی سزا بھگتنی ہوگی۔واضح رہے کہ مذکورہ مقدمہ میں کل 32 لوگوں کے خلاف ٹرائل چل رہا تھا۔ذہن نشیں رہے کہ مذکورہ مقدمہ میں مسلمانوں کی کامیابی اور فتح کا سہرا انجمن مفید الاسلام کے اراکین وعہدے داران کے سر جاتا ہے۔جن کی مخلصانہ پیروی سے مجرمین سزا کے مستحق قرار پائے۔

بقیات

بقیہ مولانا وسیم احمد رحمانی ....

اس کا دور دور تک پتہ نہیں ملتا، زبردستی کا مسکراتے اور جبرا قہقہ لگاتے، ہنسی کے کھوکھلی ہونے کا گمان ہوتا۔ مولانا مرحوم نے طویل مدت تک مختلف قسم کے مصائب، مسائل اور کرب جھیلا، جب اللہ کسی بندہ کو پاک صاف کرکے اپنے یہاں بلانا چاہتا ہے تو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے دنیا میں ہی امراض میں مبتلا کردیتا ہے، یہ امراض کبھی تو سیات کو حسنات میں بدلنے کے لیے اللہ دیتا ہے اور کبھی آزمائش کے طور پر، انسان کا علم بڑا محدود ہے اس لیے یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ پریشانیاں آزمائش کے طور پر ہیں، یا گناہ کے محو کرنے کے لیے اللہ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل دے۔ مولانا کی ایک بچی ابھی شادی کو باقی ہے اور ایک لڑکا زیر تعلیم ہے، اللہ مسبب الاسباب ہے اور مفاتیح غیب اسی کے پاس ہیں، وہی اصل کار ساز ہے اور بندوں پر مہربان ہے، امید کی جانی چاہیے کہ زندگی کے مراحل آسانی سے طے ہوتے رہیں گے، دستور دنیا یہی ہے۔

بقیہ سوانح حضرت امیر شریعت ....

اغلاط سے بڑی حد تک پاک اس کتاب کی قیمت تین سو روپے رکھی گئی ہے، مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو، دار الاشاعت خانقاہ رحمانی مونگیر اور مکتبہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے کتاب حاصل کی جاسکتی ہے، ملنے کے پتے اور بھی ہیں، لیکن سب کا لکھنا کیا ضروری ہے۔

بقیہ ایصال ثواب کی شرعی حیثیت ....

کیوں کہ عام طور سے کوئی شخص دوسرے کو اسی وقت ایصالِ ثواب کرتا ہے جب اس نے اس کے ساتھ کوئی نیکی کی ہو یا اور نیک اعمال کیے ہوں۔ (توضیح القرآن: ۱۶۳۳)

اہل سنت والجماعت کا موقف: اکثر علمائے اہل سنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ آدمی اپنی نفلی عبادتوں؛ خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، یا دونوں سے مرکب، ان کا ثواب دوسرے زندہ یا مردہ لوگوں کو بخش سکتا ہے: اس میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی نفل نمازیں، روزے یا حج وعمرہ، یا قرآنِ پاک کی تلاوت وغیرہ کا ثواب اپنے مرحوم یا زندہ متعلقین کو پہنچانا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بس شرط یہ ہے کہ یہ اعمال نفلی ہوں اور ان پر دنیا میں کوئی اجرت نہ لی گئی ہو۔ (دیکھیے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۶۶/۲۴، بدائع الصنائع: ۴۵۴/۲ وغیرہ)

حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما سے یہ بات منقول ہے کہ تلاوت وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچتا؛ لیکن فقہِ شافعی کی کتابوں میں یہ صراحت بھی ہے کہ اگر ان عبادات کو انجام دے کر آدمی یہ دعا کرلے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے تو اس اعتبار سے انجام کار اس کا ثواب دوسرے کو پہنچ جائے گا اور اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے گی؛ اس لیے بعض حضرات کا میت کو نفسِ ایصالِ ثواب پر شدت سے نکیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ (ماخوذ از کتاب النوازل: ۲۶۴/۶-۲۶۶ ملخصاً)

ایصالِ ثواب کا طریقہ: ایصالِ ثواب اسی طرح کریں جس طرح سلفِ صالحین کرتے تھے، بلا تقیید وتخصیص اپنی ہمت کے موافق حلال مال سے مساکین کی خفیہ مدد کریں اور جو کچھ توفیق ہو بہ طور خود قرآن وغیرہ (جتنا ہو سکے پڑھ کر، یا) ختم کرکے اس کو پہنچا دیں یا قبرستان میں قبلِ دفن جو فضول خرافات میں وقت گذار دیتے ہیں، اس وقت کچھ کلام الٰہی ہی پڑھتے رہا کریں؛ بلکہ یہ وقت مُردہ کی مدد کرنے کے لیے زیادہ مناسب ہے: اس لیے کہ انسان کی سانسیں رکتے ہی اس کی اُخروی زندگی کے معاملات جاری ہوجاتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفن کرکے کچھ تسبیح وغیرہ پڑھیں، جس سے ان کو ضیقِ قبر سے نجات ہوئی۔

غرض، ایصالِ ثواب سے کوئی منع نہیں کرتا؛ البتہ منکرات ومکروہات سے منع کرتے ہیں، جن سے ثواب بھی نصیب نہیں ہوتا اور مال بھی برباد ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم: ۱۴۱ بتصرف، احسن الفتاویٰ: ۱۶۹/۸)

زیادہ نہ ہوسکے تو تین مرتبہ قل ہو اللہ ہی پڑھ کر بخش دیں، جس سے پورے قرآن مجید کا ثواب مل جائے گا، یہ اس سے بھی اچھا ہے کہ اجتماعی صورت میں دس قرآن ختم کیے جائیں، اللہ کے یہاں تھوڑے بہت کو نہیں دیکھا جاتا، خلوص اور نیت دیکھی جاتی ہے؛ چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا ایک صحابی ایک مُد کھجور خیرات کرے اور غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا، تو یہ اس درجے کو نہیں پہنچ پاتا، یہ فرق خلوص اور عدمِ خلوص کا ہے؛ کیوں کہ جو خلوص ایک صحابی کا ہوگا، وہ غیر صحابی کا نہیں ہوسکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۴۶۳/۱ صالح)

خلاصہ یہ کہ ایصالِ ثواب کا کوئی خاص طریقہ شریعت میں متعین نہیں ہے، نہ اس میں کسی دن کی قید ہے، نہ کسی خاص ذکر کی پابندی ہے اور نہ قرآنِ کریم کو ختم کرنا ضروری ہے؛ بلکہ بلا تعیین جو نفلی عبادت بدنی ومالی بہ سہولت ہوسکے، اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاسکتا ہے۔ (مستفاد از: فتاویٰ محمودیہ: ۸۷/۳، کراچی)

ایصالِ ثواب کے درجات: ایصالِ ثواب کی مختلف صورتوں کے متعلق یہ تفصیل پیشِ نظر رہے:

(۱) سب سے افضل اور بہتر صورت تو یہ ہے کہ مستحقین کو نقد تقسیم کردیا جائے؛ کیوں کہ نہ معلوم انھیں کیا ضرورت ہے۔

(۲) دوسرا درجہ یہ ہے کہ خشک جنس دی جائے کہ جب جی چاہے گا پکا کر خود کھالے گا۔

(۳) تیسرے درجے کی صورت یہ ہے کہ پکا کر خود کھلایا جائے اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ روزانہ ایک دو خوراک پکا کر مستحقین کو کھلایا جائے، ایک دم پکانے میں مستحق اور غیر مستحق سب جمع ہوجاتے ہیں؛ بلکہ زیادہ برادری ہی کھاتی ہے، جیسا کہ رسم ہے (اس میں دکھاوا تو خوب ہوجاتا ہے؛ لیکن ثواب کچھ نہیں ملتا)۔

قرآن شریف میں ایصالِ ثواب کے لیے احبابِ خاص سے کہہ دیا جائے کہ اپنے اپنے مقام پر حسبِ توفیق پڑھ کر ثواب پہنچادیں۔ اجتماعی صورت اس میں بھی مناسب نہیں؛ کیوں کہ اس میں اکثر اہلِ میت کو جتلانا ہوتا ہے، خلوص نہیں ہوتا۔ (جواہر الفقہ: ۲۸۷/۳)

غیر مسلم کو ایصالِ ثواب: کافر کے لیے ایصال ثواب و دعاے مغفرت مفید اور جائز نہیں۔ (کفایت المفتی: ۳۲۶/۹)

اس مسئلے کو اس طرح سمجھیں کہ آخرت میں ثواب پانے کے لیے ایمان کے ذریعے کھاتہ کھلوانا ضروری ہے، جب کسی نے وہ کھاتہ ہی نہیں کھلوایا تو آپ اسے اپنی نیکیوں کے بینک سے ثواب بھی ٹرانسفر نہیں کرسکتے۔

ایصالِ ثواب کی نذر ماننا: بعض لوگ ایصالِ ثواب کی نذر مان لیتے ہیں؛ لیکن ایصالِ ثواب کی نذر منعقد نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اس کی جنس سے کوئی واجب نہیں اور یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ مَا لَیسَ مِنْ جِنْسِہ وَاجِبٌ لاَ یَنْعَقِدُ النَّذْرُ بِہ اور گو تصدق کی جنس سے واجب ہے؛ مگر یہاں اصل مقصود ایصالِ ثواب بہ روحِ میت ہے، تصدق کی نذر تبعاً ہے اور نذرِ صحیح میں بھی صحتِ نذر کی تعیینِ مکان وزمان وتعیینِ فقیر لازم نہیں؛ بلکہ اس میں تغییر کا اختیار رہتا ہے۔ (امداد الاحکام: ۳۰/۳) (ماخوذ ماہنامہ دار العلوم دیوبند، جون ۲۰۱۸ء)

بقیہ ۲۰۱۹ء کا الیکشن سیکولر پارٹیوں کے لیے ایک چیلنج ....

اور دعوی کررہے ہیں کہ سال کے اختتام پر سوئس بینک انہیں تفصیلات مہیا کردے گا، گذشتہ چار سالوں میں امسال سب زیادہ رقم سوئس بینک میں کیسے جمع ہوئی؟ کیا نوٹ بندی کا خاطر خواہ فائدہ ہوا؟ کیا سوئس بینک میں جمع رقم کالا دھن نہیں ہے؟ کیا ملک سے کالا دھن اور بدعنوانی ختم ہوچکی ہے؟ جواب ہاں ہے تو پھر روپیہ کیوں کمزور ہوا؟ ملک میں غربت کیوں بڑھتی جارہی ہے؟ انتخابات کے موقع پر ان مسائل پر گفتگو کیوں نہیں کی جارہی ہے؟ کالا دھن کب آئے گا؟ کب غربت ختم ہوگی؟ کب مشکلات کا ازالہ ہوگا؟ کب روپیہ اس معیار پر پہنچے گا جس کا بی جے پی نے وعدہ کیا تھا؟

بی جے پی کو ان مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، طلاق ثلاثہ کی مخالفت، حلالہ کی مخالفت، مسلم عورتوں کے حقوق کے دعوے یہ سب ترقی کے ایجنڈے نہیں ہیں، ترقی کرنی ہے، ملک کو اعلیٰ معیار پر پہنچانا ہے تو کالے دھن کو واپس لایئے، بدعنوانی کا خاتمہ کیجئے، اسی وقت اچھے دنوں کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا، ورنہ ۲۰۱۹ء کا انتخاب آپ کے لئے برے دنوں کا آغاز ہوسکتا ہے، چنانچہ ملک کو ترقی دیجئے، غربت وافلاس کا خاتمہ کیجئے، کرپشن اور بدعنوانی کو ختم کیجئے، اچھے دنوں کی تعمیر کیجئے، تب ہی خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتے ہیں۔

اعلان مفقود الخبری

● مقدمہ نمبر ۷۰/۴۰۷/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ توپسیا کولکاتا) شکیلہ خاتون بنت محمد شبیر مقام ۵۹ جی، جے تھانہ تلجلا ضلع کولکاتا۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد شہزادہ ولد علی جان مقام ۱۹۳ ایچ ۱۳ انجمن روڈ تلجلا کولکاتا ۱۴۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء ۱۷ توپسیا روڈ جنوبی ملت نگر کولکاتا میں عرصہ ایک سال سے آپ کے غائب ولا پتہ ہونے، نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۲/۱۲/۳۹ھ مطابق ۲/۹/۲۰۱۸ء بروز اتوار کو خود مع گواہان مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں بوقت ۹/ بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۲۸/۱۸۰۸/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ جوگبنی ارریہ) نکہت پروین بنت ماسٹر رئیس مقام رامپور، ڈاکخانہ میری گنج تھانہ رانی گنج ضلع ارریہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد معصوم رضا ولد محمد نذیر احمد مرحوم مقام رامپور، ڈاکخانہ میری گنج تھانہ رانی گنج ضلع ارریہ۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء جوگبنی ارریہ میں عرصہ ۵/ سال سے غائب ولا پتہ ہونے نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح کے فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۵/ ذی الحجہ ۳۹ھ مطابق ۵/۹/۲۰۱۸ء روز بدھ کو خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں بوقت ۹/ بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● مقدمہ نمبر ۵۸/۱۷۹۶/۳۹ھ (متدائرہ دار القضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے) صلاتون خاتون بنت محمد نصیر الدین مقام چھینٹ صندلپور وارڈ نمبر ۶ ڈاکخانہ وتھانہ صاحب پور کمال ضلع بیگوسرائے۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد ذاکر ولد محمد ظریف مقام چھینٹ صندلپور وارڈ نمبر ۴ ڈاکخانہ وتھانہ صاحب پور کمال ضلع بیگوسرائے۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ ساکنہ مذکورہ بالا نے آپ کے خلاف عدالت دار القضاء بیگوسرائے میں عرصہ ۶/ سال سے غائب ولا پتہ ہونے نیز نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ کیا ہے۔ لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۲۴/ ذی الحجہ ۲۹ھ مطابق ۴/ ستمبر ۲۰۱۸ء بروز منگل کو خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں بوقت ۹/ بجے دن حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

سماجی روایات اور مذہبی کلچر حکومت کا موضوع نہیں

حضرت امیر شریعت مدظلہ کی طرف سے چیرمین لاکمیشن آف انڈیا کو لکھے گئے خط کا خلاصہ

اس ملک کے باشندے الگ الگ مذہب، الگ کلچر اور الگ روایات کے ماننے والے ہیں، اور وہ اپنے اپنے طریقے سے زندگی گذار رہے ہیں، جس کی وجہ سے ان میں کوئی ناہمواری یا دشواری نہیں ہے، اس لئے اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں، یوں بھی مذہبی روایات اور سماجی کلچر گورنمنٹ کا موضوع نہیں ہے، اس لئے حکومت کو ایسی چیزوں میں دخل نہیں دینا چاہئے اور نہ لاکمیشن کو مشورہ دینا چاہئے کہ حکومت ان چیزوں میں ہاتھ ڈالے ۔ یہ باتیں مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے لاکمیشن کے نام اپنے مکتوب میں کہی ہے، انہوں نے لاکمیشن کے چیرمین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے ۲۱/مئی ۲۰۱۸ء کو مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد سے ملاقات کرتے ہوئے کہا تھا کہ ابھی یونیفارم سول کوڈ قابل عمل نہیں ہے، مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مختلف مذاہب کی اچھی باتوں کو لے کر ایک مشترک قانون ملک میں نافذ کیا جائے ،آپ نے مثال دیتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوؤں میں وراثت کا قانون اس کی اجازت دیتا ہے کہ فیملی کا بڑا آدمی اگر زندگی میں چاہئے تو جائداد تقسیم نہ کر کے کسی ایک شخص کے حوالے کردے، لیکن مسلمان اپنی جائداد میں ایک تہائی کی ہی وصیت کرسکتا ہے، پوری جائداد کسی کو نہیں دے سکتا، آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ اسلام کی یہ بات مجھے پسند آتی ہے ،اور میں چاہتا ہوں کہ یہ قانون ہندوستان کے تمام لوگوں کے لیے بنادیا جائے ،اسی طرح ہندو سماج میں ایک بیوی کا قانون ہے، یہ بہت بہتر ہے، اس قانون کو بھی ملک کے تمام افراد پر نافذ کردیا جائے ،لیکن جسٹس صاحب! آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ آپ کے اس ذہن سے اتفاق نہیں رکھتا ہے، یہ انداز فکر آئین ہند کی بنیادی دفعات کے خلاف اور ملک میں ایک نئی بے چینی پیدا کرنے والا ہے، اور آپ کا یہ ذہن یونیفارم سول کوڈ کی طرف بڑھ رہا ہے، اس ملک میں الگ الگ مذاہب، روایات اور کلچر پر عمل کرانے والے لوگ بستے ہیں، اور یہ اس ملک کا حسن ہے، آپ اسے یک رنگی کی طرف لے جاکر ملک کا حسن ختم نہ کیجئے، آپ نے لکھا ہے کہ ہندو وراثت کا قانون پارلیمنٹ نے پاس کیا ہے، پارلیمنٹ جب چاہے اس میں ترمیم کرسکتی ہے، لیکن اسلامی قانون وراثت کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے، جو نہ صرف صدیوں سے مسلمانوں کے عمل میں محفوظ ہے، بلکہ آئین کی بنیادی حقوق دفعات میں بھی اس کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ یک زوجگی کے سلسلہ میں حضرت مدظلہ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ آپ کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ ایک سے زیادہ چار شادی تک کرنے کی اجازت قرآن مجید نے ایک شرط کے ساتھ دی ہے، کہ بیویوں کے درمیان پورا انصاف کرنا ہوگا، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ انصاف نہ کرسکے گا، اسے صرف ایک شادی کی اجازت دی گئی ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سے زیادہ شادی انسان کی ضرورت ہوسکتی ہے، اسی لئے گرچہ ہندوؤں میں ایک شادی کا قانون موجود ہے، پھر بھی ہندوؤں میں ایک سے زیادہ شادی کا تناسب مسلمانوں کے مقابلے زیادہ ہے۔ میری رائے ہے کہ حکومت کو مشورہ دیتے وقت آپ کو ایسی انسانی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے ،آپ حکومت کو ضرور رپورٹ دیں، مگر ایسا نہ ہو کہ آپ کی رپورٹ ملک میں نئے اختلافات اور نئی ناہمواری کا ذریعہ بن جائے۔

مفتی عبدالواجد صاحب کے انتقال سے ملت اسلامیہ ایک عظیم عالم دین سے محروم

ادارہ شرعیہ بہار کے ذمہ دار امین شریعت مفتی عبدالواجد صاحب کے انتقال پر مفکر اسلام حضرت امیر شریعت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ ''ابھی چند دنوں پہلے ہی مسلک اعلیٰ حضرت کے سرخیل تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری کے انتقال سے ملت اسلامیہ کو بڑا صدمہ ہوا تھا، ابھی اس صدمے سے ملت باہر بھی نہیں آئی تھی کہ یہ اندوہناک خبر ہالینڈ کے ایمسٹرڈم سے آئی کہ ایک بڑی علمی شخصیت ادارہ شرعیہ بہار کے امین شریعت، مفتی عبدالواجد صاحب بھی ہم سب کو داغ مفارقت دے گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، ان کے انتقال سے یقیناً ادارہ شرعیہ اور پوری ملت اسلامیہ ایک مستند علمی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ نے کہا کہ مفتی صاحب کی شخصیت نہ صرف علمی حلقوں میں مستند اور معروف تھی بلکہ وہ احسان وتزکیہ کے میدان میں بھی اپنی انفرادیت رکھتے تھے، ایک قادرالکلام شاعر ہونے کے ساتھ آپ کئی کتابوں کے مصنف اور کئی اداروں کے سرپرست اور بانی بھی تھے، انہوں نے تقریباً ایک درجن مکاتب ، مساجد اور تعلیمی ادارے قائم کیے تھے۔ ایک بڑی مدت سے ادارۂ شرعیہ بہار کے امین شریعت کے عہدے پر فائز تھے اور آپ کی شخصیت غیر متنازع سمجھی جاتی تھی۔ واضح ہو کہ مفتی عبدالواجد نیر القادری صاحب کا انتقال مورخہ ۲۶/جولائی ۲۰۱۸ء روز جمعرات کو ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں ہندوستانی وقت کے مطابق شام کو ساڑھے سات بجے ہوگیا، وہاں سے ان کے جسد خاکی کو ہندوستان لایا گیا جہاں مورخہ ۳۰/جولائی ۲۰۱۸ء روز سوموار کو ان کے آبائی وطن دربھنگہ کے مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ میں جنازہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ان کے ہی قائم کردہ ادارہ الجامعۃ الواجدیہ موسیٰ پور ترونی کے احاطہ میں تدفین عمل میں آئی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستاسی سال کی تھی، وہ دربھنگہ ضلع کے کمتول تھانہ علاقہ کے علیم آباد اہیاری کے رہنے والے تھے۔ حضرت امیر شریعت مدظلہ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ ان کی شخصیت سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، انہوں نے اپنی دور اندیشی، حکمت اور صلاحیت و صالحیت کی وجہ سے بہت بڑے حلقہ کو متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے، ان کی مغفرت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ادارۂ شرعیہ اور ملت اسلامیہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

آسام شہریت کا معاملہ سپریم کورٹ میں

آسام شہریت کی فہرست میں چالیس لاکھ لوگوں کا شامل نہیں کیا جانا یقیناً افسوسناک سانحہ اور ملک کے آئین وروایات کے لئے بڑا چیلنج ہے، پورے ملک میں اس خبر کے تعلق سے بے چینی پھیلی اور ابھی تک پھیلی ہوئی ہے، لیکن ۳۱/جولائی کو اس سلسلہ مین سپریم کورٹ اب تک جو باتیں ہوئی ہیں وہ نہ صرف خوش آئند بلکہ شہریت سے محروم رکھے جانے والے لوگوں کے لئے باعث امید وراحت ہے، سپریم کورٹ میں این آرسی کی مانیٹرنگ کرنے والی جسٹس رنجن گگوئی اور جسٹس ہمنٹنڈ نریمن کی بنچ کے سامنے آسام میں شہریت سے متعلق الگ الگ داخل کئے گئے پانچ معاملہ پر سماعت ہوئی ،عدالت میں این آرسی کو آڈینیٹر پرتیک ہزیلا بھی موجود تھے، انہوں نے عدالت کو بتایا کہ این آرسی کی فائنل لسٹ میں تقریباً چالیس لاکھ لوگ شامل نہیں ہوسکے ہیں، انہوں نے کہا کہ دعوے اور اعتراضات سے متعلق طریقۂ کار طے کرنے کے لئے سرکار کو کچھ وقت چاہئے ،اس پر عدالت نے کہا کہ قانون کے مطابق طریقہ کار سرکار طے کرے اور جو بھی طریقۂ کار وضع کیا جائے اسے لاگو کرنے سے قبل عدالت میں پیش کیا جائے اور عدالت کی منظوری کے بعد ہی اسے لاگو کیا جائے ، جمعیۃ العلماء کی طرف سے موجود وکلاء اور سرکاری وکلاء دونوں کی بات سننے کے بعد عدالت نے کہا کہ کسی کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، سب کو شہریت ثابت کرنے کا موقع ملے گا، عدالت نے یہ بھی کہا کہ این آرسی کا یہ ڈرافٹ فائنل نہیں ہے، اور جن لوگوں کا نام شامل نہیں ہے ان کے خلاف کسی طرح کی قانونی کارروائی نہیں کی جائے گی، اب اس معاملہ کی سماعت آئندہ ۱۶/اگست کو ہوگی۔

مسلم پرسنل لاء میں کسی ترمیم، تنسیخ یا تبدیلی کی ضرورت نہیں

مسلم پرسنل لا بورڈ کے وفد کی لا کمیشن سے ملاقات

۲۳/جولائی ۲۰۱۸ء کو مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک اعلی سطحی وفد نے لاکمیشن آف انڈیا کے چیرمین عزت مآب جسٹس بی ایس چوہان صاحب اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات کی۔ یہ کمیشن کے چیرمین سے وفد کی دوسری ملاقات تھی۔ یہ دونوں ملاقاتیں کمیشن کے چیرمین کی دعوت پر کی گئیں۔ پہلی ملاقات میں کمیشن نے مسلم پرسنل لا سے متعلق بعض امور پر اپنے اشکالات پیش کئے تھے اور مسلمانوں کے تمام مسالک کا نقطہ نظر جاننا چاہا تھا۔ ذمہ داران بورڈ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کی وضاحت کی، تاہم یہ درخواست بھی کی گئی کہ اگر یہ سوالات تحریری طور پر ہمیں دے دیں تو اس کا تفصیلی جواب تحریری طور پر فراہم کردیا جائے گا۔ چنانچہ اس ملاقات میں بورڈ نے تحریری سوالات کا تفصیلی جواب قرآن وسنت اور اسلامی فقہ کی روشنی میں مرتب کر کے کمیشن کو فراہم کردیا۔ کمیشن نے درج ذیل امور میں وضاحتیں چاہی تھیں۔ 1۔ حضانت of Custody ((Children 2......تبنیت کا مسئلہ 3(Adoptation)......۔عورت کا نفقہ اور دادا کی میراث میں یتیم پوتے اور اس کی ماں کا حق 4۔ وراثت میں عورت کا نصف حصہ 5۔ زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا مسئلہ 6۔ جوائنٹ فیملی سسٹم پر اسلام کا نقطہ نظر 7۔ ماڈل نکاح نامہ 8۔ مختلف مسالک کی توضیح وتشریح میں فرق۔ بورڈ نے بڑی تفصیل سے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جواب کمیشن کو فراہم کیا نیز فقہی مسالک میں جو جزوی اختلافات ہیں ان کی تفصیلات بھی فراہم کیں۔ گزشتہ ملاقات میں لاکمیشن آف انڈیا کے چیرمین نے دوران گفتگو کہا تھا کہ سردست تو ملک میں یونیفارم سول کوڈ کی ضرورت نہیں ہے اور ایک تکثیری ملک میں ابھی یہ سوال غیر ضروری ہے، البتہ مختلف مذاہب کے پرسنل لا میں بعض ترمیمات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ان کے مطابق کسی پرسنل لا میں کوئی چیز معقول اور بہتر ہو تو اسے دوسرے مذہب کے پرسنل لا میں اختیار کیا جانا چاہئے ۔اس پر بورڈ کے ذمہ داران نے محترم چیرمین صاحب پر یہ بات واضح کردی تھی کہ مسلم پرسنل لا انسانوں کا وضع کردہ قانون نہیں ہے لہذا اس میں ترمیم وتنسیخ کا اختیار کسی مسلمان کو بھی حاصل نہیں ہے۔ ہمارا ملک ایک تکثیری ملک ہے جس میں مختلف مذاہب، کلچر اور کسٹم موجود ہیں، حکومت کا یہ کام ہرگز بھی نہیں ہے کہ وہ کسی بھی مذہبی امور، کسٹم اور رواج میں مداخلت کرے۔ جہاں تک دوسرے مذاہب کے پرسنل لاز، کلچر اور رواج کا تعلق ہے وہ ان کی مذہبی کتابوں پر مبنی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس مسلمانوں کا پرسنل لا، رواج اور کلچر قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں، جس پر گزشتہ 1400 برسوں سے عمل ہو رہا ہے۔ لہذا کمیشن حکومت ہند کو کوئی ایسی سفارش نہ کرے جس میں مسلم پرسنل) تمام مسلکی اختلافات کے ساتھ (میں کسی ترمیم وتبدیلی کی بات کہی جائے۔ ان امور سے متعلق جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کا ایک خط بھی چیرمین کمیشن کو دیا گیا۔ حکومت ہند کو قانون سازی سے متعلق سفارشات دیتے وقت کمیشن کوئی ایسی سفارش اور تجویز نہ پیش کرے جس سے مسلمانوں کے مذہبی تشخص اور مسلم پرسنل میں جس پر وہ برسوں سے عمل کرتے آرہے ہیں میں کوئی ترمیم وتبدیلی ہوتی ہو۔ مسلم پرسنل لا بورڈ اس سے قبل تقریباً 5 کروڑ کے دستخطوں سے ایک یادداشت بھی کمیشن کو پیش کرچکا ہے، جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ مسلمان اپنے پرسنل لا میں کوئی ترمیم وتبدیلی نہیں چاہتے۔ اس وفد میں مولانا سید جلال الدین عمری) نائب صدر، بورڈ (مولانا محمد فضل الرحیم مجددی) سکریٹری(، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی) رکن مجلس عاملہ (ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس) رکن مجلس عاملہ (جناب کمال فاروقی) رکن مجلس عاملہ (مولانا نیاز احمد فاروقی) سکریٹری، جمعیت علما ہند (، مولانا مفتی محمد مکرم احمد صاحب، شاہی امام مسجد فتح پوری، مولانا قاری محمد یعقوب خان قادری) رکن بورڈ (، جناب ایڈوکیٹ شکیل احمد سید) رکن بورڈ (، جناب ایڈوکیٹ ایم آر شمشاد) رکن بورڈ (مولانا محمد محسن علی تقوی) امام شیعہ جامع مسجد، کشمیری گیٹ (ڈاکٹر وقار الدین لطیفی) آفس سکریٹری بورڈ (موجود تھے۔ ملاقات کے بعد پریس کانفرنس ہوئی جس سے مولانا سید جلال الدین عمری) نائب صدر، بورڈ (امیر جماعت اسلامی ہند، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی) سکریٹری، مسلم پرسنل لا بورڈ (، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی) رکن مجلس عاملہ (وامیر کرکزی جمعیت اہل حدیث، مولانا نیاز احمد فاروقی) سکریٹری، جمعیت علما ہند (، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس) رکن مجلس عاملہ (، جناب کمال فاروقی) رکن مجلس عاملہ (، مولانا مفتی محمد مکرم احمد، شاہی امام مسجد فتح پوری نے خطاب کیا۔

Volume:56/66,Issue:31 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

جو ذرا بھی نیند آئی کبھی اہل کارواں کو
وہی بن گئے لٹیرے جو بنے ہوئے تھے ہادی
(علامہ عامر عثمانی)

اخوان المسلمین کے ۷۵/افراد کو سزائے موت

ایک مصری عدالت نے ۲۸/اپریل کو کم از کم ۷۵/افراد کو موت کی سزا سنائی ہے، ان افراد کو پانچ سال قبل ایک دھرنے میں شریک ہونے کے بعد پرتشدد حالات پیدا کرنے کے الزامات کا سامنا تھا، مصر میں جس عدالت نے ۷۵/افراد کو موت کی سزا سنائی ہے، ان میں کالعدم اخوان المسلمین کی اعلیٰ سطحی اراکین بھی شامل ہیں، سزائے موت پانے والوں نے اس کو خلاف قانون قرار دیا، مذہبی وسیاسی وسماجی تحریک کے اعلیٰ ترین لیڈر یا مرشد عام محمد بدیع بھی شامل ہیں، ان افراد کو ۲۰۱۳ء میں ایک دھرنے میں شرکت کرنے کے جرم میں سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے، ان ملزمان پر مصری دفترِ استغاثہ نے سلامتی کے منافی اقدامات کرنے، قتل، اقدام قتل اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے کے الزامات عائد کیے تھے۔

عرب ذرائع ابلاغ نے خبر دی ہے کہ مصر کی عدالت نے ملک کے مفتی اعظم سے اُن ۷۵/مقدمات کا جائزہ لینے کے لیے کہا ہے، جنہیں سال ۲۰۱۳ء میں اخوان المسلمین کی جانب سے شمالی قاہرہ میں 'رابع الاعدویہ مسجد' کے باہر دھرنہ دینے پر موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ مصری فوج نے دھرنا ختم کرانے کی کارروائی کی تھی، جب اخوان المسلمین نے کیمپ خالی کرنے سے انکار کیا تھا۔ سرکاری اطلاعات کے مطابق ہلاک ہونے والے لوگوں کی تعداد ۷۰۰/کے قریب تھی۔ فوری طور پر یہ بات واضح نہیں آیا کہ یہ مقدمہ مفتی کے حوالے کیوں کیا گیا، حالانکہ چند تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ یہ عمل حکومت کی جانب سے اخوان المسلمین کا دھرنا ختم کرنے کے پانچ برس مکمل ہونے کی مناسبت سے سامنے لایا گیا ہے۔

اخوان کے دو معروف رہنماؤں محمد بتغی اور عصام الریان اُن حضرات میں شامل تھے، جنھیں موت کی سزا سنائی گئی تھی؛ جب کہ طارق الزمر واور عصام عبدالماجد کا تعلق جمال الاسلامیہ تحریک سے ہے۔ اِن میں سے ۴۴/افراد کو اُن کی غیر موجودگی میں موت کی سزا سنائی گئی؛ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اُنھیں تحویل میں لیا جاتا ہے، یا وہ رضا کارانہ طور پر مصر آتے ہیں تو اُن پر نئے سرے سے مقدمات چلائے جائیں گے۔ ہلال خشان نے جو بیروت کی امریکی یونیورسٹی میں پولیٹیکل سائنس کی تدریس سے وابستہ ہیں، کہا ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ جن لوگوں کو موت کی سزا سنائی گئی تھی، اُن پر عمل درآمد ہو، چونکہ اُن کے خلاف عائد الزامات متنازع ہیں، خاشان نے کہا کہ ''یہ سیاسی پھانسیاں ہوں گی'' میں نہیں سمجھتا کہ ان پر عمل درآمد ہوگا۔ صرف انہی معاملات میں پھانسیاں دی گئی ہیں، جن میں لوگوں نے فوج پر براہ راست حملے کئے، جن میں ہلاکتیں واقع ہوئی تھیں، رابع الاعدویہ پر ۲۰۱۳ء کا دھرنا انتہائی متنازع ہے اور دنیا میں کوئی بھی، نہ ہی مصر کا کوئی شخص ان سزاؤں کے معاملے کو سنجیدگی سے لیتا ہے۔ خاشان نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ مصر کی حکومت کوشش کررہی ہو کہ اخوان المسلمین کے ساتھ تعلقات میں بہتری آئے؛ لیکن اپنی شرائط پر، ان کا اشارہ مصر کے صدر عبدالفتح السیسی کی جانب ہے، جنہیں مارچ میں دوسری بار چار سالہ میعاد کے لیے منتخب کیا گیا ہے، وہ چاہیں گے کہ ان کے پیش رو محمد مرسی ان کی حکومت کو تسلیم کریں، جس سے ان کی حکومت بالآخر اور سرکاری طور پر منظوری مل سکے، تاہم خاشان نے شک کا اظہار کیا کہ اخوان المسلمین ایسی رعایت دے سکتی ہے، ٹرمپ انتظامیہ نے گذشتہ ہفتے مصر کی ۱۹/کروڑ ۵۰/لاکھ ڈالر کی منجمد امداد بحال کرنے کا اعلان کیا ہے۔

۲۰۱۹ء کا الیکشن سیکولر پارٹیوں کے لیے ایک چیلنج

راحت علی صدیقی قاسمی

''کانگریس مکت بھارت'' کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے بی جے پی نے کالے دھن کی واپسی کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستانیوں کی غربت کو ختم کرنے کا دعویٰ کیا، ان کی مشکلات و پریشانیوں کے ازالہ کی منشاء ظاہر کی گئی، سماجی کارکنان بھی بی جے پی کے ان نظریات کی تائید کرتے ہوئے نظر آئے، چنانچہ انا ہزارے اور بابا رام دیو نے پرچمِ احتجاج بلند کیا، لاکھوں ہندوستانی ان کے پرچم تلے جمع ہوئے، ان کے خیالات کی درستگی پر مہر ثبت کی، مسلسل کوشش کی گئی اور ملک کو کرپشن سے بچانے کے لئے لوک پال بل منظور کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا اور بھوک کی شدت برداشت کی گئی۔

کالے دھن پر نکیل کسنے کے لئے پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا، ہر شعبہ سے وابستہ افراد اس تحریک میں انا ہزارے کی اقتدا کرتے ہوئے نظر آئے، دیکھتے ہی دیکھتے اس احتجاج کے سامنے سرکار جھکتی ہوئی نظر آئی، پورے ملک میں کانگریس مخالف ماحول بنا، ملک کی حفاظت اور کرپشن کے خاتمہ کی تحریک بی جے پی کے لئے فائدہ کا سودا ثابت ہوئی، اس تحریک نے کانگریس کو لوگوں کے قلوب سے دور کردیا، جس کا نتیجہ ۲۰۱۴ء کے اسمبلی انتخاب میں ظاہر ہوا، چنانچہ یہ مدّعا بی جے پی کا انتخابی ایجنڈا ثابت ہوا۔ ملک کو غربت، مہنگائی، سماجی صورت حال کی ابتری، گھٹتا تعلیمی معیار، متعدد قسم کی آلودگی، ان تمام مسائل کے ساتھ بی جے پی نے چار سال قبل اپنے سفر کا آغاز کیا تھا، عوام نے ان مسائل کے خاتمہ کے لئے بی جے پی کو ووٹ دیا، ان سب کے ساتھ سب سے اہم مسئلہ جس کی وجہ سے بی جے پی لوگوں کے قلوب کو فتح کرنے میں کامیاب رہی، ان کی پوری توجہ حاصل کر پائی، وہ بلاشبہ کالے دھن ہی کا تھا، غرباء کو لگا تھا کہ ان کے کھاتوں میں پندرہ لاکھ روپے آجائیں گے، وہ بھی پیٹ بھر کھا سکیں گے، اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا سکیں گے، اب کوئی غریب خودکشی کرنے پر مجبور نہیں ہوگا، کوئی باپ اپنی بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کے لئے نہیں ترسے گا، کوئی شخص درد وکرب کی شدت سے نہیں تڑپے گا، بلکہ اسے دوا میسر ہوگی، علاج میسر ہوگا، تمام غرباء کو پندرہ لاکھ کا سنہرا خواب نظر آنے لگا تھا۔

ان خوابوں کی تعبیر حاصل کرنے کے لئے عوام نے ۲۰۱۴ء کے اسمبلی انتخابات میں بی جے پی کو ووٹ دیا اور بی جے پی نے تاریخ رقم کی، لوگوں کی آنکھیں پھٹ گئیں اور تاریخ کے سینہ پر وہ عبارت رقم ہوئی، جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، یہ بی جے پی کی جملے بازی کا ثمرہ تھا، جس میں سب سے کامیاب جملہ تھا کہ ''ہم دیگر ممالک میں جمع ۸۰/لاکھ کروڑ کالا دھن واپس لائیں گے، اور صرف ۱۰۰/دن میں واپس لائیں گے، اور ہر ہندوستانی کے کھاتے میں پندرہ لاکھ روپے جمع کئے جائیں گے۔'' یہ جملہ بی جے پی کا کامیاب ترین جملہ ثابت ہوا۔ بی جے پی حکومت کو چار سال سے زائد عرصہ ہوچکا ہے، خواب ٹوٹ چکے، وعدے وفا نہیں ہوئے، دعوے سیاسی جملوں کی شکل اختیار کرچکے، پندرہ لاکھ آئے نہ تسلی اور دلاسا، بلکہ واضح کردیا گیا کہ وہ سیاسی جملے تھے، جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہے، عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے ان کا استعمال کیا گیا تھا، مہنگائی آسمان کو چھو رہی ہے، فضائی آلودگی بڑھتی جارہی ہے، سانس لینا دشوار ہورہا ہے، سماجی صورت حال بدتر ہوتی جارہی ہے، فضا میں نفرت کی بو محسوس ہوتی ہے، نفرت سماج کا جزلاینفک بن چکا ہے، آئے دن قتل وغارت گری کے واقعات لوگوں کو ہراساں کررہے ہیں، عدم تحفظ کی فضا ملک میں عام ہوتی جارہی ہے، ترقی کے جو وعدے بی جے پی نے کئے تھے، ان کے پایہ تکمیل تک پہنچنے میں اب بھی وقت ہے، اب بھی وعدے ہی کئے جارہے ہیں، بی جے پی اپنے حکومتی سفر کے آخری مرحلہ میں ہے اور اب بھی جملوں اور وعدوں کا کھیل جاری ہے، کچھ اقدامات بھی کئے گئے، لیکن خاطر خواہ ان کے فوائد نظر نہیں آئے، روپیہ کمزور ہوتا جارہا ہے، معاشی مسائل اور بے روزگاری آئندہ انتخابات کے بڑے مدعا ثابت ہوسکتے ہیں۔

بی جے پی نے نوٹ بندی کے ذریعے کالے دھن کو ختم کرنے کی کوشش کی، اگر چہ اس فیصلہ نے پورے ملک کو مشکل میں ڈال دیا تھا، غریب روٹی کے لئے پریشان ہوگئے تھے، ڈولیاں ارتھیوں میں تبدیل ہوگئیں، بیٹیوں کے ہاتھ پیلے نہ کرنے کے غم میں بہت سے لوگوں نے موت کو گلے لگایا، تقریباً سو لوگوں کی جان گئی، پورا ملک قطاروں میں کھڑا ہوا نظر آیا، وزیر اعظم دعویٰ کررہے تھے کہ چند دن کی قربانی اس کے بعد کالا دھن ختم ہوجائے گا، آپ کی قربانی اور محنت ضائع نہیں ہوگی، ملک کے لئے یہ محنت انتہائی خوش کن صورت حال کی تمہید ہے، کشمیر سے پتھر بازی ختم ہوجائے گی، دہشت گردی کا خاتمہ ہوجائے گا، پورا ملک ان وعدوں پر یقین کرکے محنت کرتا رہا، حالانکہ معاشیات کے ماہرین اس فیصلے پر سوالات کھڑے کررہے تھے اور اسے معاشی ایمرجنسی گردان رہے تھے۔

نوٹ بندی کو عرصہ ہوچکا ہے، اس کے فوائد ونقصانات بھی عیاں ہوچکے، اب سوئس بینک نے ۲۰۱۷ء میں جمع رقم کی تفصیلات پیش کی ہیں، جو حیرت زدہ کرنے والی ہیں، سوالات کو جنم دینے والی ہیں، جن کا جواب خاموشی ہوا، تو ۲۰۱۹ء میں بی جے پی کو یقینی طور پر نقصان ہوگا، چونکہ چار سال قبل جو وعدے ہوئے، ان کی تکمیل باقی ہے اور لوگ منتظر ہیں۔ سوئس بینک کے مطابق گذشتہ برس ہندوستان کی جانب سے سوئس بینک میں جمع شدہ رقم میں ۵۰/فیصد اضافہ ہوا ہے، موجودہ رقم ۷۰۰/کروڑ ہے، اس معاملے پر مرکزی وزیر خزانہ صفائی پیش کررہے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۱۰/پر)

WEEK ENDING-06/08/2018, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے